

رَحْمَتِ خُدا
بوسیلہ
اولیاءِ اللہ



از

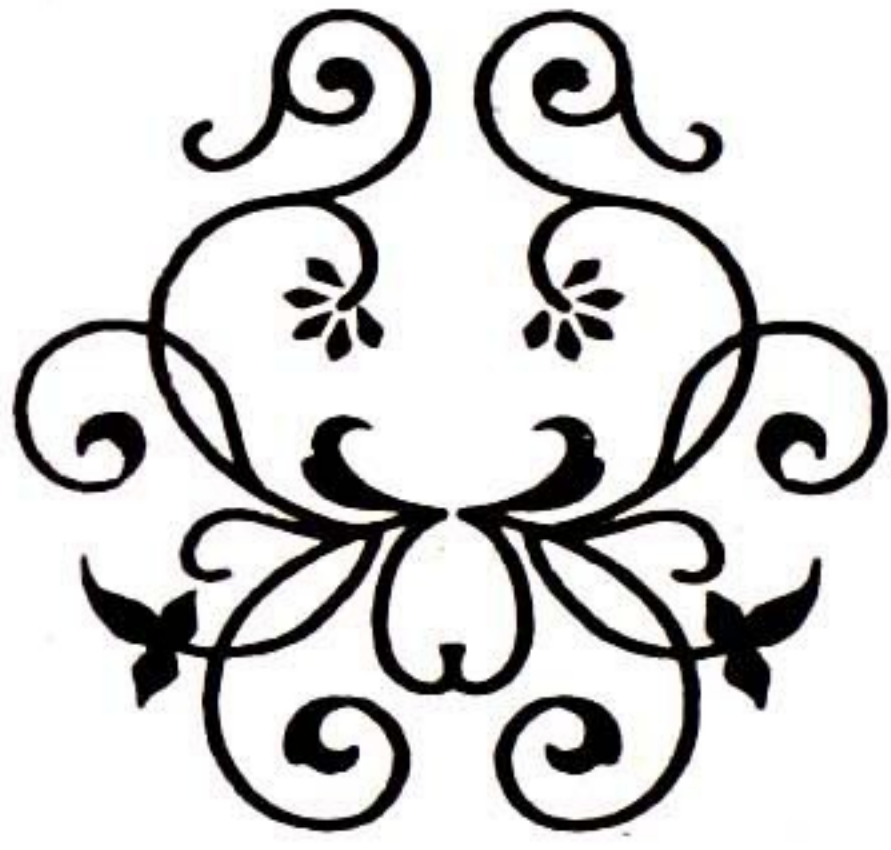
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

نعیمی کتب خانہ

40
20

17

رحمتِ خدا
بوسیله
اولیٰ کا اللہ



از

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

نعیمی کتب خانہ لاہور

فہرست مضامین

۳		خطبہ
۳	98415	مقدمہ
		پہلا باب
۷		ثبوت وسیلہ میں اکیس (۲۱) آیات قرآنیہ
۱۴		ثبوت وسیلہ میں بائیس (۲۲) احادیث مبارکہ
۲۳		ثبوت وسیلہ میں سترہ (۱۷) اقوال بزرگان دین
۴۸		ثبوت وسیلہ میں دس (۱۰) اقوال مخالفین
۳۲		ثبوت وسیلہ میں اکیس (۲۱) عقلی دلائل
		دوسرا باب
۳۸		ثبوت وسیلہ پر چوبیس (۲۴) اعتراضات کے جوابات
۶۳		حرف آخر بابت وسیلہ اولیاء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ كَانَ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ
الْمَاءِ وَالطَّيْنِ خَاتِمَ النَّبِيِّنَ قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِينَ وَ سَيَلْتَنَا فِي الدَّارَيْنِ اِلَى
اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اِلِهِ الطَّيِّبِينَ وَّ اَصْحَابِهِ الطَّاهِرِينَ
جس پر آشوب زمانہ سے ہم گزر رہے ہیں یہ مسلمانوں کے لیے نہایت ہی فتنوں اور آفتوں
کا زمانہ ہے۔ آج بہت خوش نصیب وہ شخص ہے جس کا ایمان موجودہ ہواؤں سے بچ
جائے، بد مذہبی اور بے دینی کی ایسی تیز آندھیاں چل رہی ہیں جن سے سادہ لوح
مسلمانوں کا ایمان خطرے میں ہے۔ اگرچہ اسلام میں نئے نئے فرقے پہلے بھی پیدا ہوتے
رہے لیکن جو بیماری آج ہے وہ اس سے پہلے کے مسلمانوں میں سننے ہی میں نہ آئی تھی۔ آج
ہر جاہل قرآن شریف کا مفسر بن گیا اور ہر بیہودہ آدمی بندگان دین اور ائمہ مجتہدین پر بکواس
کر رہا ہے۔

اسلام کے ایسے مسلمہ مسائل جن کے متعلق کبھی گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ کوئی کلمہ پڑھنے والا
ان کا انکار کرے گا۔ آج ان مسلم الثبوت مسائل کے منکر پیدا ہو گئے۔ انہیں مسائل میں
سے اللہ تعالیٰ کے پیارے اور مخلص بندوں کا وسیلہ ہے۔ ہر زمانہ میں ہر شخص وسیلہ کا قائل اور
معتقد رہا۔ مگر آج وسیلہ کے منکر ہو گئے ہیں۔ جو دنیاوی مصیبتوں اور آلام میں حاکموں اور
حکیموں کے پاس بھاگے اور مارے مارے پھریں۔ مگر انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کے وسیلہ
پکڑنے والوں کو مشرک، مرتد کہتے ہیں۔ ذرا خوف نہیں کرتے۔ خدائے تعالیٰ کا غضب
جس شخص جس قوم پر ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ وسیلوں سے محروم کر دیتا ہے اور جن پر اللہ تبارک
و تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے انہیں اس کے پیاروں کا وسیلہ نصیب ہوتا ہے خوش نصیب بندہ
اپنے گناہوں پر گریہ وزاری کرتا ہے اور بزرگوں کے وسیلہ سے گناہوں کے میل کو دل سے
دھوتا ہے لیکن بد نصیب انسان اللہ کے پاک بندوں میں عیب نکالتا ہے اور ان سے دور رہ کر

رب کی رحمت سے محروم ہوتا ہے۔ تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو قرب الہی کا وسیلہ جان کر ان کے سامنے اپنا سر جھکا دیا۔ وہ مقبول بارگاہ رہے۔ شیطان نے بے وسیلہ والی لاکھوں عبادتیں کیں مگر حضرت آدم علیہ السلام کا وسیلہ نہ بنایا اور مردود بارگاہ الہی ہوا۔ مولانا فرماتے ہیں۔ مثنوی

چوں خدا خواہد کہ راز کس درد
میلش اندر طعنہ پا کاں نہد

چوں خدا خواہد کہ مایاری کند
میل مارا جانب زاری کند

بے شک خدا تعالیٰ جب کسی کی پردہ دری اور رسوا کرنا چاہتا ہے تو اس کی طبیعت میں پاک لوگوں کی طعنہ زنی میں رغبت پیدا کر دیتا ہے اور جب خدا تعالیٰ نیکی کی توفیق عطا کرتا ہے تو گریہ وزاری کی طرف طبیعت کو مائل کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ ایک ایسا وسیلہ ہے جس کے قائل کفار بھی ہیں جانور اور بے جان لکڑیاں بھی مقبولان بارگاہ کو وسیلہ پکڑتے رہے ہیں۔ قرآن کریم فرما رہا ہے کہ فرعون اور اس کی قوم پر غرق ہونے سے پہلے جو اور مینڈک وغیرہ کے بہت سے عذاب آئے۔ مگر جب عذاب آتا تھا تو وہ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتے تھے کہ

لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرَّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ بِكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ

(۱۳۴: اعراف ۷)

”اے موسیٰ علیہ السلام اگر آپ نے یہ عذاب ہم سے دور کر دیا تو ہم آپ پر ضرور ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے حوالے کر دیں گے۔“

مگر جب پھر ان کی دعا سے عذاب دور ہو جاتے ایمان نہ لاتے تھے۔ جب رب کو فرعونوں کو ہلاک کرنا منظور ہوا تو موسیٰ علیہ السلام تک نہ پہنچنے دیا بلکہ دریائے قلزم سے پہلے تو موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو صحیح و سالم نکال دیا اور پھر فرعونوں کو دریا میں پھنسا دیا اور بولے

قَالُوا امَّا رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۸﴾ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿۳۸﴾

”بولے ہم ایمان لائے اس پر جو سارے جہانوں کا رب ہے۔“

چونکہ وسیلہ درمیان میں نہ تھا ایمان قبول نہ ہوا اور ڈوب گئے۔

کفار مکہ بھی ہر مصیبت یعنی قحط سالی وغیرہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دعا کراتے تھے اونٹوں، چڑیوں اور ہرنیوں نے مصیبت میں حضور ﷺ سے فریادیں کیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد ہاں یہی چاہتی ہے ہرنی داد

اسی در پہ شتران ناشاد گلہ رنج و عنا کرتے ہیں

بے جان کنکروں، لکڑیوں نے حضور ﷺ ہی کا وسیلہ اختیار کیا۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

۱۔ نطق آب و نطق خاک و نطق گل ہست محسوس از حواس اہل دل

۲۔ فلسفی گو منکر حنانہ است از حواس اولیا بیگانہ است

اگر یہ واقعات تفصیل وارد دیکھنا ہوں تو ہماری تصنیفات کا مطالعہ کرو خصوصاً سلطنت مصطفیٰ دیکھو۔

غرضیکہ پاک بندوں کا وسیلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی کفار اور بے عقل مخلوق بھی قائل ہے مگر فسوس کہ ایسے ظاہر مسئلہ کے اب منکر ہوئے تو کون جانور نہیں رام لعل دوار کا پرشاد کافر نہیں۔ بے علم مسلمان نہیں۔ بلکہ کلمہ پڑھنے والے فاضل دیوبند کہلانے والے۔ اسلام کے ٹھیکے دار بننے والے دیوبندی، وہابی اور مولوی نے فقط انکار ہی نہیں کیا بلکہ ایسی ضد پر آئے کہ ان کے تمام وعظ، جلسے، مجلسیں اسی لیے وقف ہو گئیں۔ وسیلہ کے قائل مسلمانوں پر شرک و کفر اور طغیان کے فتوے لگنے لگے۔ بتوں کی آیات پیغمبروں پر اور کفار کی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کے پیاروں اور مخلص بندوں کی شان میں ایسی گستاخیاں کرنے لگے۔ کہ کبھی کفار کو بھی ایسی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ بعض سادہ لوح مسلمان ان کے جبہ و دستار دیکھ کر ان کے جال میں پھنس گئے اور یہ بیماری متعدی مرض کی طرح روز بروز

۱۔ پانی کی باتیں مٹی کی باتیں اور گارے کی باتیں۔ اہل دل کے حواس سے محسوس ہوتی ہیں

۲۔ فلسفی اگر ستون حنانہ کے رونے کا منکر ہے۔ اس لیے کہ اولیاء کے حواس سے بیگانہ ہے

بڑھنے لگی۔ اس لیے میں نے سوچا کہ اگر میں اس وقت خاموش رہوں تو میرا وجود کس کام آئے گا۔ میں نے بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ کے دروازے کے ٹکڑے کھائے ہیں ان کے نام پر پلا ہوں۔ اگر ان کے دین پر آنچ آتی دیکھوں اور حرکت نہ کروں تو ضرور میری پکڑ ہوگی۔ محافظ کتے کا فرض ہے کہ جب مالک کے گھر چور آتے دیکھے تو کم از کم چیخ و پکار کر کے چوروں کو بھگا دے۔ میرے پاس صرف چوب قلم ہے اللہ کے نام پر یہ رسالہ لکھا اس رسالے کا بھی وہی طریقہ ہوگا۔ جو ”جاء الحق“ اور ”سلطنتِ مصطفیٰ“ کا ہے یعنی وسیلہ کا مسئلہ دو بابوں میں بیان ہوگا۔ پہلے باب میں وسیلہ بزرگان کا ثبوت قرآنی آیات، احادیث نبوی بزرگوں کے اقوال اور خود مخالفین کی تحریروں سے۔ دوسرے باب میں مخالفین کے اعتراضات مع جوابات کے اس رسالہ کا نام ”رحمت خدا بوسیلہ اولیاء“ رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ سے قبول فرما کر صدقہ جاریہ بنائے اور اسے میرے گناہوں کا کفارہ فرمائے۔ جو مسلمان اس سے فائدہ اٹھائیں وہ میرے لیے دعا کریں کہ رب تعالیٰ مجھے ایمان پر خاتمہ نصیب کرے اور میرے گناہوں کے سیاہ دفتروں کو اپنی رحمت اور مغفرت کے پانی سے دھو دے کہ اسی امید پر میں نے یہ محنت کی ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ آمِينَ، آمِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ يَا أَكْرَمَ الْأَكْرَمِينَ

ناچیز

احمد یار خان نعیمی اشرفی

سرپرست مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات (پاکستان)

یکم ماہ فاخرہ ربیع الآخر ۱۳۷۱ھ روز ایمان افروز طغیان سوزدوشنبہ مبارکہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے خواہ زندہ ہوں یا وفات یافتہ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں مسلمانوں کا وسیلہ عظمیٰ ہیں۔ ان کی ذات وسیلہ، ان کا نام وسیلہ ان کی چیزیں وسیلہ، جس چیز کو ان سے نسبت ہو جائے وہ وسیلہ ہے۔ مگر فی زمانہ وہابی دیوبندی اس کے منکر ہیں۔ لہذا ہم رب تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ مسئلہ دو بابوں میں عرض کرتے ہیں۔ پہلے باب میں اس کا ثبوت اور دوسرے باب میں اس پر اعتراض و جواب۔

پہلا باب

وسیلہ کے ثبوت میں

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ان کی ذات، ان کا نام، ان کے تبرکات مخلوق کا وسیلہ ہیں اس کا ثبوت قرآنی آیات، احادیث نبویہ، اقوال بزرگان، اجماع امت اور دلائل عقلیہ بلکہ خود مخالفین کے اقوال سے ہے۔

قرآنی آیات

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ

الرَّسُولَ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٦٣﴾ (النساء: ٦٣)

”اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے آستانہ پر آجاویں اور اللہ سے

معافی چاہیں اور آپ بھی اے رسول ان کی سفارش کریں تو بے شک یہ لوگ

اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔“

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہر مجرم کے لیے ہر وقت تاقیامت وسیلہ مغفرت ہیں۔ ظَلَمُوا میں کوئی قید نہیں۔ اور ادغام ہے۔ یعنی ہر قسم کا مجرم ہمیشہ آپ کے

پاس حاضر ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۳۵: مائدہ ۵)

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور
اس کی راہ میں جہاد کرو۔ تاکہ تم کامیاب ہو۔“

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اعمال کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کا وسیلہ ڈھونڈنا
ضروری ہے۔ کیونکہ اعمال تو اتقوا اللہ میں آگئے اور اس کے بعد وسیلہ کا حکم فرمایا۔ معلوم ہوا
کہ وسیلہ اعمال کے علاوہ ہے۔

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ
صَلَوَاتِكَ سَكِّنُ لَّهُمْ (۱۰۳: توبہ ۹)

”اے محبوب ان مسلمانوں کے مالوں کا صدقہ قبول فرماؤ اور اس کے ذریعہ
آپ انہیں پاک و صاف کرو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔ کیونکہ آپ کی
دعا ان کے دل کا چین ہے۔“

معلوم ہوا کہ صدقہ و خیرات اعمال صالحہ طہارت کا کافی وسیلہ نہیں بلکہ طہارت تو حضور
ﷺ کے کرم سے حاصل ہوتی ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (۲: جمعہ ۶۲)

”رب تعالیٰ وہ قدرت والا ہے جس نے بے پڑھوں میں ان ہی میں سے
رسول بھیجا۔ جو ان پر رب کی آیات تلاوت فرماتے ہیں اور انہیں پاک
فرماتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔“

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ پاک و صاف فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا وسیلہ عظمیٰ ہیں۔

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا (۸۹: بقرہ ۲)

”یہ اہل کتاب حضور کی تشریف آوری سے پہلے حضور کے طفیل کفار پر فتح کی دعا کرتے تھے۔“

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اہل کتاب آپ کے نام کے وسیلہ سے جنگوں میں دعائے فتح کرتے تھے اور قرآن کریم نے ان کے فعل پر اعتراض نہ کیا۔ بلکہ تائید کی اور فرمایا کہ ان کے نام کے وسیلہ سے تم دعائیں مانگا کرتے تھے اب ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا مبارک نام ہمیشہ سے وسیلہ ہے۔

فَتَلَقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (۳۷: بقرہ ۲)

”آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف سے کچھ کلمے پائے جن کے وسیلہ سے دعا کی اور رب نے ان کی توبہ قبول کی۔“

بہت سے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کے نام کے وسیلہ سے دعا کی جو قبول ہوئی۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انبیائے کرام کا بھی وسیلہ ہیں۔

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا (۱۴۲: بقرہ ۲)

”ہم آپ کے چہرے کو آسمان کی طرف پھرتے دیکھ رہے ہیں اچھا ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیرے دیتے ہیں جس سے آپ راضی ہیں۔“

معلوم ہوا کہ تبدیلی قبلہ صرف اسی لیے ہوئی کہ حضور ﷺ کی یہ خواہش تھی یعنی کعبہ معظمہ حضور کے وسیلہ سے قبلہ بنا۔ جب کعبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کا محتاج ہے تو ماوشا کا کیا پوچھنا۔

وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا

كَنْزُهُمَا (۸۲: کہف ۱۸)

”حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار بنا کر موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کا سرمایہ ہے ان کا باپ نیک تھا اس لیے تیرے

رب نے چاہا کہ ان کا خزانہ محفوظ رہے اور یہ جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں۔
معلوم ہوا کہ ان یتیم بچوں پر رب کا یہ کرم ہوا کہ ان کی شکستہ دیوار بنانے کے لیے دو مقبول بندے بھیجے گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا باپ نیک آدمی تھا یعنی نیک باپ کے وسیلہ سے اولاد پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ
وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ (۵۷: اسراء)

”وہ مقبول بندے جن کی بت پرست پوجا کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔ اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔“

معلوم ہوا کہ جن نیک بندوں کی کفار پوجا کرتے ہیں ان میں ہر ایک اللہ سے زیادہ قرب والے کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس تلاش وسیلہ پر اعتراض نہ فرمایا۔

وَلَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَّوَّهُمْ
فَتُصِيبُكُمْ مِنْهُمْ مَعْرَظَةٌ بَغَيْرِ عِلْمٍ لِّيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ لَوْ
تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ (۴۸: فتح ۲۵)

”اگر کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم نہیں جانتے (اگر اس امر کا اندیشہ نہ ہوتا) کہ تم ان کو پیس ڈالتے پھر تم پر خرابی آ پڑتی ان کی طرف سے بے خبری میں فتح تو ہو جاتی لیکن اس میں دیر اس لیے ہوئی تاکہ اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے۔ اگر وہ مسلمان کفار مکہ سے جدا ہو جاتے تو ہم کافروں کو دردناک عذاب کی سزا دیتے۔“

معلوم ہوا کہ کفار مکہ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں کچھ مسلمان رہ گئے تھے یعنی شہر میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ہونا بے دینوں کے امن کا وسیلہ ہوتا ہے۔

قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لِنَسْتَخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا ۝ (۲۱: کہف ۱۸)

”غالب آنے والے لوگ بولے کہ ہم اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔“

معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبروں کے پاس مسجد بنانا تا کہ ان کے وسیلہ سے نماز میں برکت ہو اور زیادہ قبول ہو، ہمیشہ سے مسلمانوں کا دستور رہا ہے۔ قرآن کریم نے اصحاب کہف کی غار پر مسجد بنانے کا ذکر کیا اور اس کی تردید نہ کی۔ جس سے پتہ چلا کہ ان کا یہ کام اللہ تعالیٰ کو پسند ہوا۔

إذْهَبُوا بِقِيصِي هَذَا فَإِنَّ قُوَّةَ عَلِيٍّ وَجْهَ أَبِي يَأْتِ بِصَيِّرًا (يوسف: ۹۳)

”یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ میری قیص لے جاؤ اور

میرے والد ماجد کے منہ پر ڈال دو ان کی آنکھیں بینا ہو جائیں گی۔“

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے لباس کے وسیلہ سے دکھ دور ہو جاتے ہیں شفا ملتی ہے۔

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۚ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۚ (۱-۲: البلد ۹۰)

”میں قسم فرماتا ہوں کہ اس شہر مکہ کی۔ حالانکہ اے محبوب اس میں تم تشریف

فرما ہو۔“

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے مکہ مکرمہ کو یہ فضیلت ملی کہ رب نے اس کی قسم فرمائی۔

وَالثِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۚ وَطُورِ سِينِينَ ۚ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۚ

(۱-۳: التین ۹۵)

”یعنی قسم ہے انجیر، زیتون اور طور کی اور اس امانت والے شہر کی۔“

معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے انجیر اور طور پہاڑ کو عزت ملی اور نبی ﷺ کے وسیلہ سے مکہ شریف کو ایسی برکت حاصل ہوئی کہ اس کی قسم رب نے فرمائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ وسیلہ کا نفع بے جان چیزوں کو بھی پہنچ جاتا ہے۔

إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا

تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ (۲۳۸: بقرہ ۲)

”اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں

تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز
موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھائے لائیں گے اسے فرشتے۔“

شمویل علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ طاوت کی بادشاہت کی دلیل یہ ہے کہ ان
کے پاس تابوت سیکینہ آوے گا۔ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کے
تبرکات ہیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ صندوق دیا تھا جس میں موسیٰ علیہ السلام کے نعلین
شریف اور ہارون علیہ السلام کی دستار مبارک اور دیگر تبرکات تھے جسے بنی اسرائیل جنگ
میں اپنے آگے رکھتے تھے۔ جس کی برکت سے دشمن پر فتح پاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں
کے تبرکات کے وسیلہ سے آفات دور ہوتی ہیں۔ مشکلات حل ہوتی ہیں۔

أَيُّ أَخْلَقَ لَكُمْ مِنَ الطَّيْرِ فَأَنْفَخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ

(۴۹: آل عمران ۳)

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں پھر

اس میں پھونک مارتا ہوں۔ جس سے وہ باذن پروردگار پرندہ بن جاتا ہے۔“

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے دم کے وسیلہ سے مٹی میں جان پڑ جاتی ہے اور بیماروں کو شفا ہو
جاتی ہے۔

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي ۝

(۹۶: طہ ۲۰)

”سامری بولا کہ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کے

نیچے سے ایک مٹھی مٹی لی اور سونے کے بچھڑے کے منہ میں دی (اور بچھڑا آواز

دینے لگا)۔“

معلوم ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کے پاؤں کی خاک کے وسیلہ سے سونے کے بے

جان بچھڑے میں جان پڑ گئی۔

قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي ذُكِّرَ بِكُمْ (۱۱: السجده ۳۲)

”فرمادو کہ تم کو ملک الموت وفات دیں گے جو تم پر مقرر کیے گئے ہیں۔“

معلوم ہوا کہ حضرت ملک الموت کے وسیلہ سے جان نکلتی ہے۔

قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ (مریم: ۱۹)

”حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں

تمہارے رب کا قاصد ہوں اسی لیے آیا ہوں کہ تمہیں ستھرا بیٹا بخشوں۔“

معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے وسیلہ سے لڑکا ملا۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ﴿۳۳﴾ (انفال: ۸)

”اللہ انہیں عذاب نہ دے گا حالانکہ آپ ان میں ہیں۔“

یعنی اہل مکہ عذاب سے اس لیے بچے ہوئے ہیں کہ ان میں آپ جلوہ گر ہیں۔ معلوم ہوا کہ

حضور ﷺ کی ذات بابرکات عذاب الہی سے امن کا وسیلہ ہے۔

وَإِذْ قُلْتُمْ يُوسُفُ لَنْ نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا

تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا لِخ (۶۱: بقرہ ۲)

”اور جب تم (بنی اسرائیل) نے کہا اے موسیٰ ہم ایک کھانے (یعنی من و

سلوٹی) پر ہرگز صبر نہیں کریں گے اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے لیے زمین

کی پیداوار نکالے۔“

معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل جب کوئی بات رب سے عرض کرنا چاہتے تو موسیٰ علیہ السلام کے

وسیلہ سے دعا کرتے تھے۔

هٰذَا لَكَ دَعَاؤُكَ رَبِّهَا (۳۸: آل عمران ۳)

”یہاں پکارا زکریا نے اپنے رب کو۔“

یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بے موسم پھل کھاتے ہوئے دیکھ کر زکریا علیہ السلام نے

مریم کے پاس کھڑے ہو کر فرزند کے لیے دعا مانگی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے پاس دعا مانگنا

زیادہ باعث قبول ہے۔ اگرچہ دعا مانگنے والا زیادہ بزرگ ہو۔

احادیث

(۱) مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت شریح ابن عبید سے بروایت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ نبی ﷺ نے چالیس ابدال کے متعلق فرمایا:

يُسْقَى بِهِمُ الْغَيْثُ وَ يُنْصَرُّ بِهِمُ عَلَى الْأَعْدَاءِ وَ يُصْرَفُ بِهِمُ عَنْ
أَهْلِ الشَّامِ الْعَذَابُ (مشکوٰۃ، باب ذکر یمن و شام)

یعنی ان چالیس ابدال کے وسیلہ سے بارش ہوگی۔ دشمنوں پر فتح کی جاوے گی اور شام والوں سے عذاب دور ہوگا۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے پیاروں کے وسیلہ سے بارش، فتح و نصرت اور بلا دفع ہوتی ہے۔

(۲) دارمی شریف جلد باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ صفحہ ۴۳ میں ہے کہ ایک دفعہ مدینہ شریف میں بارش بند ہوگئی اور قحط پڑ گیا لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا:

أَنْظُرُوا قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوا مِنْهُ كَوْأَ إِلَى
السَّمَاءِ حَتَّى لَا يَكُونَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ قَالَ فَفَعَلُوا
فَمَطَرُوا مَطْرًا حَتَّى نَبَتَ الْعَشْبُ وَ سَمَتِ الْأَبْلُ حَتَّى تَفَقَّتْ
مِنَ الشَّحْمِ فَسُمِّيَ عَامُ الْفَتْحِ (مشکوٰۃ باب الکرامات)

یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ روضہ رسول ﷺ کی چھت کھول دو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے لوگوں نے ایسا ہی کیا تو فوراً بارش ہوئی یہاں تک کہ چارہ اگا، اونٹ موٹے ہو گئے گویا چربی سے بھر گئے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے پیاروں کی قبر کے وسیلہ سے بارشیں آتی ہیں۔

(۳) شرح السنہ میں ابن مکندر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے غلام

حضرت سفینہ عہد فاروقی میں گرفتار ہو گئے آپ قید سے بھاگ نکلے کہ اچانک ایک شیر سامنے آ گیا آپ نے شیر سے فرمایا:

يَا اَبَا الْحَارِثِ! اَنَا مَوْلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ اَمْرِى كَيْتَ فَاَقْبَلَ الْاَسَدُ لَهُ بِصَبْصَةَ حَتَّى قَامَ اِلَى جُنْبِهِ كُلَّمَا سَمِعَ صَوْتًا اَهْوَى اِلَيْهِ ثُمَّ اَقْبَلَ يَمْشِي اِلَى جُنْبِهِ حَتَّى بَلَغَ الْجَيْشَ ثُمَّ رَجَعَ الْاَسَدُ (مشکوٰۃ باب الکرامات)

یعنی اے شیر! میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں۔ میرا واقعہ ایسا ایسا ہوا ہے۔ یہ سن کر شیر دم ہلاتا ہوا حضرت سفینہ کے پاس آ گیا اور ساتھ چل دیا۔ جب کوئی آواز سنتا تو فوراً ادھر پہنچتا اور پھر حضرت سفینہ کے پاس آ جاتا۔ غرض اسی طرح حفاظت اور خدمت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ لشکر اسلام میں پہنچ گئے۔ پھر لوٹ گیا۔

معلوم ہوا کہ حضور پر نور ﷺ کے وسیلہ سے شیر بھی تابع ہو جاتے ہیں اور شیر حضور کے غلاموں کو پہچانتے ہیں۔

(۴) مسلم و بخاری میں ہے کہ معراج کی رات پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔

فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلَى مُوسَى فَقَالَ بِمِ اَمْرَتٍ؟ قُلْتُ اَمْرَتُ خَمْسِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ خَمْسِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ وَاِنِّى وَاللّٰهِ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ دَعَا لَجْتُ بَنِي اِسْرَائِيلَ اَشَدَّ الْمَعَالِجَةِ فَاَرْجِعْ اِلَى رَبِّكَ فَسْئَلُهُ التَّخْفِيفَ لِاُمَّتِكَ (مشکوٰۃ باب المعراج)

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم واپسی میں موسیٰ علیہ السلام پر گزرے تو آپ نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ملا؟ فرمایا ہر دن پچاس نمازوں کا۔ عرض کی حضور آپ کی امت میں اتنی طاقت نہیں میں بنی اسرائیل کو آزا چکا ہوں اپنی امت

کے لیے رب سے رعایت مانگیے۔

غرض کہ کئی بار عرض کرنے پر پانچ رہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے یہ رعایت اور رحمت ملی کہ پچاس نمازوں کی صرف پانچ باقی رہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وسیلہ ان کی وفات کے بعد بھی فائدہ مند ہے۔

(۵) مسلم و بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک بار قحط پڑا تو جمعہ کے دن خطبے میں ایک شخص نے حضور سے عرض کیا تو حضور ﷺ نے اسی حالت میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا وَضَعْتُهَا حَتَّى تَارَ السَّحَابُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ
ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مُنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَيَّ لِحَيْتِهِ
یعنی خدا کی قسم ابھی حضور ﷺ کی دعا کے ہاتھ نیچے نہ گئے تھے کہ پہاڑوں کی
طرح بادل اٹھا اور حضور اقدس منبر سے نہ اترے تھے کہ بارش کا پانی آپ کی
ریش مبارک سے ٹپکتا تھا۔

سات دن بارش ہوتی رہی۔ اگلے جمعہ کو پھر زیادتی بارش کی شکایت کی گئی۔

فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ حَوَالِنَا وَلَا عَلَيْنَا فَمَا يُشِيرُ إِلَيَّ نَاجِيَةً مِنَ
السَّحَابِ إِلَّا أَنْفَجَرْتِ (مشکوٰۃ باب المعجزات)

تو حضور ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا کہ مولیٰ اب ہم پر نہ
بر سے ہمارے آس پاس بر سے پھر بادل کو جس طرف اشارہ فرماتے ادھر ہی
پھٹ جاتا تھا۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام مصیبتوں کے وقت حضور ﷺ کا وسیلہ اختیار کرتے تھے۔

(۶) مسلم و بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُطْعِمُنِي (مشکوٰۃ کتاب العلم)

ہم تقسیم فرمانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حضور پر نور تقسیم فرماتے ہیں اور تقسیم فرمانے والا وسیلہ ہوتا ہے لہذا نبی ﷺ خالق کی ہر نعمت کا وسیلہ ہیں۔

(۷) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت معاذ سے ایک بڑا گناہ ہو گیا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا

يَا رَسُولَ اللَّهِ طَهِّرْنِي (مشکوٰۃ باب الحدود)

اے اللہ تعالیٰ کے رسول مجھے پاک فرمادیں

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رب کا گناہ کر کے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتے تھے کہ ہمیں پاک فرمادیں کیونکہ حضور انور کو وسیلہ نجات جانتے تھے۔

(۸) مسلم شریف باب السجود میں ہے کہ حضرت ربیعہ ابن کعب نے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا

أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ

میں آپ سے مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کو رب کی تمام نعمتوں حتیٰ کہ جنت کے حصول کا وسیلہ سمجھ کر حضور پر نور سے مانگتے تھے۔

(۹) ترمذی شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت کبشہ کے گھرانے کے مشکیزہ سے دہن مبارک لگا کر پانی پیا تو

قُمْتُ إِلَىٰ فِيهَا فَقَطَعْتُهُ (مشکوٰۃ باب الاشراب)

میں اٹھی اور میں نے مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا۔

اس کی شرح مرقاہ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

أَمِ فَمُ الْقُرْبَةِ فَحَفَظْتُهُ فِي بَيْتِي وَاتَّخَذْتُهُ شِفَاءً

یعنی مشکیزہ کا منہ کاٹ کر گھر میں محفوظ رکھا۔ تاکہ اس سے شفا حاصل کی

جاوے۔

معلوم ہوا کہ صحابیہ اسی مشکیزہ کے منہ کے ذریعہ بیماروں کی شفا حاصل کرتی تھیں اور حضور ﷺ سے مس ہو جانے کی برکت سے اس چمڑہ کو شفا کا وسیلہ جانتی تھیں۔

(۱۰) مسلم شریف جلد دوم ۱۹۰ میں ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حضور ﷺ کا جبہ شریف تھا اور فرماتی تھیں:

هَذِهِ جُبَّةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَلَمَّا قَبِضَتْ قَبِضْتُهَا وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبِسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضَى نَسْتَشْفِي بِهَا (مشکوٰۃ کتاب اللباس)

یعنی یہ جبہ شریف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا ان کی وفات کے بعد میں نے اسے لے لیا۔ اسی جبہ شریف کو نبی ﷺ پہنتے تھے اور ہم یہ کرتے ہیں کہ جو بیمار ہو جاتا ہے اسے دھو کر پلاتے ہیں اس سے شفا ہو جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن شریف سے مس کیے ہوئے جبہ کو شفا کا وسیلہ سمجھ کر اسے دھو کر پیتے تھے۔

(۱۱) نسائی شریف میں ہے کہ یہود کی ایک جماعت حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئی اور عرض کی کہ ہمارے شہر میں عبادت خانہ بیعہ ہے ہم چاہتے ہیں کہ اسے توڑ کر مسجد بنائیں۔

فَاسْتَوْهَبْنَاهُ مِنْ فَضْلِ طَهْوَرِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَتَمَضَّمْضَ ثُمَّ صَبَّهُ لَنَا فِي إِرَادَةٍ وَأَمَرْنَا فَقَالَ إِخْرِجُوا فَإِذَا آتَيْتُمْ أَرْضَكُمْ فَانْكَسِرُوا بَيْعَتَكُمْ وَأَنْصِحُوا مَكَانَهَا بِهَذَا الْمَاءِ فَاتَّخِذُوهَا مَسْجِدًا (مشکوٰۃ باب المساجد)

ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ کا غسلہ مانگا تو آپ نے پانی منگا کر وضو کیا اور کلی کی اور یہ تمام پانی کلی اور وضو کا ایک برتن میں ڈال کر ہمیں

عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ جاؤ اپنے بیچہ میں اس پانی کو چھڑک دو اور وہاں مسجد بنا لو۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غسل باطنی گندگی دور کرنے کا وسیلہ ہے۔ (۱۲) ابن البر نے کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت فرمائی۔ کہ مجھے نبی ﷺ نے ایک کپڑا عنایت فرمایا تھا۔ وہ میں نے اسی دن کے لیے رکھ چھوڑا تھا۔ اس کپڑے کو میرے کفن کے نیچے رکھ دینا۔

وَخُذْ ذَالِكَ الشَّعْرَ وَالْأظْفَارَ فَاجْعَلْهُ فِي فَمِي وَعَلَى عَيْنِي وَ
مَوَاضِعِ السُّجُودِ مِنِّي

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ بال اور ناخن لو اور انہیں میرے منہ اور آنکھوں اور سجدوں کی جگہوں میں رکھ دینا۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات کو راحت قبر کا وسیلہ سمجھ کر اپنی قبروں میں ساتھ لے جاتے ہیں۔ (الحرف الحسن)

(۱۳) ابو نعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کو قمیض کا کفن دیا اور کچھ دیر ان کی قبر میں خود لیٹ کر آرام فرمایا۔ وجہ پوچھنے پر ارشاد فرمایا:

إِنِّي الْبَسْتُهَا لِتُلْبَسَ مِنْ ثِيَابِ الْجَنَّةِ وَاضْطَجَعْتُ مَعَهَا فِي قَبْرِهَا
لَا خَفَفَ عَنْهَا عَنْ ضَعْفَةِ الْقَبْرِ

ہم نے اپنی چچی صاحبہ کو اپنی قمیض اس لیے پہنائی تاکہ ان کو جنت کا لباس پہنایا جاوے اور ان کی قبر میں اس لیے آرام فرمایا تاکہ انہیں تنگی قبر سے امن ملے۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لباس جنتی جوڑے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور جس جگہ ان کا پاک قدم پڑ جائے وہاں آفات سے امن ہو جاتا ہے۔

(۱۳) مسلم شریف میں ہے۔

إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ جَاءَ خَدَمُ الْمَدِينَةِ بِأَيْتِهِمْ فِيهَا الْمَاءُ فَمَا يَأْتُونَ
بِأَنَاءٍ لِأَغْمَسَ يَدَهُ فِيهَا (مشکوٰۃ باب اخلاق النبی ﷺ)

جب نبی ﷺ نماز فجر پڑھتے تھے تو مدینہ منورہ کے بچے برتنوں میں پانی لے
آتے تھے۔

معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ والے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک کی برکت کو
بیماریوں کی شفا کا وسیلہ سمجھتے تھے اور نبی ﷺ بھی ان کو منع نہ فرماتے تھے۔ بلکہ اپنا ہاتھ
شریف پانی میں ڈال دیتے تھے۔

(۱۵) مسلم و بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے:

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُوا فِتْنًا مِنَ النَّاسِ فَيَقُولُونَ هَلْ فِيكُمْ
مِنْ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ
یعنی لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ جہاد کریں گے پس کہیں گے کیا تم میں
کوئی صحابی رسول اللہ بھی ہیں۔ جواب ملے گا ہاں اس صحابی کے وسیلہ سے
انہیں فتح نصیب ہوگی۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ سے جہاد میں فتح نصیب ہوتی ہے اور ان کا
وسیلہ پکڑنے کا حکم ہے اس حدیث میں تابعین شیع تابعین کے وسیلہ کا ذکر بھی ہے یعنی اولیاء
اللہ کے توسل سے فتح و نصرت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۶) بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے:

هَلْ تَنْصَرُونَ وَ تَرْزُقُونَ إِلَّا بِضِعْفَانِكُمْ (مشکوٰۃ باب فضل الفقرا)

تم کو نہیں فتح ملتی اور نہیں رزق ملتا مگر ضعیف مومنوں کی برکت اور وسیلہ سے۔

معلوم ہوا کہ فقراء کے وسیلہ سے بارش ہوتی ہے رزق ملتا ہے، فتح و نصرت نصیب ہوتی ہے۔

(۱۷) ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے:

شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي (مشکوٰۃ باب الشفاعة)
یعنی میری سفارش میری امت کے گناہ کبیرہ کرنے والوں کے لیے ہے۔
اسی کی شرح میں شیخ عبدالحق لمعات میں فرماتے ہیں:

أَيُّ لَوْضِعِ السِّيَّاتِ وَأَمَّا الشَّفَاعَةُ لِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ فَلِكُلِّ مِنَ
الْأَتْقِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ

یعنی گناہگاروں کے لیے تو معافی دلانے کی سفارش ہوگی۔ لیکن درجات بلند
کرانے کی شفاعت وہ ہر متقی اور ولی کے لیے ہے۔

معلوم ہوا کہ ہر قسم کا مومن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کا حاجت مند ہے۔ بہت سے
بد عمل لوگ بھی حضور پر نور کی شفاعت سے جنتی ہو جائیں گے اور کوئی ولی بھی حضور اقدس
ﷺ سے بے نیاز نہیں۔

(۱۸) ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے:

يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةٌ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ
یعنی قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے۔ انبیاء، علماء پھر شہداء۔

(مشکوٰۃ باب الشفاعة)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل علماء، شہداء عام مسلمانوں کے لیے وسیلہ
نجات ہیں۔

(۱۹) ترمذی، دارمی، ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا نبی اکرم ﷺ نے:

يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَكْثَرُ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ

(مشکوٰۃ باب الشفاعة)

یعنی میرے ایک امتی کی شفاعت سے بنی تمیم قبیلہ سے زیادہ آدمی جنت میں
جائیں گے۔

اس کی شرح مرقات میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

قِيلَ الرَّجُلُ عُثْمَانُ ابْنُ عَفَانَ قِيلَ أُوَيْسُ قَرْنِي وَقِيلَ غَيْرُهُ

بعض علماء نے فرمایا وہ عثمان غنی ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ وہ شخص اویس قرنی ہیں۔
بعض نے کہا کوئی اور بزرگ ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتی بھی وسیلہ نجات ہیں۔

(۲۰) شرح السنہ میں ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے۔

ایک اونٹ نے جو کھیت میں کام کر رہا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا اور منہ اپنا

زانوئے پاک پر رکھ کر فریادی ہوا۔ سرکارِ دو عالم نے اس کے مالک کو فرمایا کہ

فَإِنَّهُ شَكِنِي كَثْرَةَ الْعَمَلِ وَقِلَّةَ الْعَلْفِ فَأَحْسِنُوا إِلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب المعجزات)

یہ اونٹ شکایت کرتا ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور چارہ کم دیتے ہو۔

اس کے ساتھ بھلائی کرو۔

معلوم ہوا کہ بے عقل جانور بھی حضور ﷺ کو رفع حاجات کے لیے وسیلہ جانتے ہیں۔ جو

انسان ہو کر ان کے وسیلہ کا منکر ہو وہ اونٹ سے زیادہ بے عقل ہے۔

(۲۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل سے ابولہب کے عذاب میں کچھ تخفیف ہوئی

کیونکہ اس کی لونڈی ثویبہ نے حضور سرورِ دو عالم ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔

(بخاری شریف کتاب الرضاع)

معلوم ہوا کہ نبی کا وسیلہ ایسی نعمت ہے جس کا فائدہ ابولہب جیسے مردود نے بھی کچھ پالیا ہے۔

مسلمان تو ان کا بندہ بے دام ہے۔

(۲۲) بخاری شریف کتاب المساجد میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حج

کو جاتے ہوئے ہر اس جگہ نماز پڑھتے تھے۔ جہاں نبی ﷺ نے اپنے حج کے موقع پر نماز

پڑھی تھی یہ مقامات بخاری شریف نے بتائے بھی ہیں معلوم ہوا کہ جس جگہ بزرگ عبادت

کریں وہ جگہ قبولیت کا وسیلہ بن جاتی ہے۔

98415

بزرگان دین کے اقوال

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا عقیدہ رہا ہے کہ نبی ﷺ مخلوق کے لیے وسیلہ عظمیٰ ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے اولیاء اللہ اور علماء بھی وسیلہ ہیں۔ ہم صحابہ کرام کے قول اور عمل احادیث کے باب میں بیان کر چکے ہیں اب علماء اور اولیاء کے کلام کو سنو اور ایمان تازہ کرو۔

(۱) حضور غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قصیدہ غوثیہ میں اپنے خداداد اختیارات بیان فرما کر ارشاد فرماتے ہیں۔

وَكُلُّ وَلِيٍّ لَهُ قَدَمٌ وَاِنِّي عَلَى قَدَمِ النَّبِيِّ بَدْرِ الْكَمَالِ

میں جو دنیا پر راج کر رہا ہوں اور میرے قبضہ میں زمین و زمان، ملکین و مکان ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے نقش قدم پر ہوتا ہے اور اس کا مظہر ہوتا ہے۔ میں نبیوں کے چاند رسولوں کے سورج حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدم پر ہوں معلوم ہوا کہ حضور غوث پاک کی نگاہ میں مصطفیٰ ﷺ ایسی اہم چیز ہیں کہ انہیں سارے مراتب عالیہ اسی سرکار سے میسر ہوئے۔

(۲) اماموں کے امام یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں۔

اَنَا طَامِعٌ بِالْجُودِ مِنْكَ وَلَمْ يَكُنْ لِأَبِي حَنِيفَةَ فِي الْأَنَامِ سِوَاكَ

یا رسول اللہ میں حضور کی عطا کا امیدوار ہوں اور مخلوق میں ابوحنیفہ کے لیے آپ کے سوا کوئی نہیں۔ معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا وسیلہ مانتے ہیں۔

(۳) امام بوسیری رضی اللہ عنہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔ جو مقبول بارگاہ مصطفیٰ ﷺ بھی ہو چکا ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُولِ اللَّهِ نُصْرَتُهُ إِنْ تَلَّقَهُ الْأَسَدُ فِي أَجَامِهَا تَجِمُ

یعنی جس کی مدد رسول اللہ ﷺ فرمادیں وہ شیروں سے بھی بچ جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ بزرگ بھی حضور ﷺ کو ہر مصیبت کے دفع کا وسیلہ مانتے ہیں۔

(۴) حضرت شیخ سعدی شیرازی قدس سرہ اپنی کتاب بوستان میں فرماتے ہیں۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم بدایا را بہ نیکاں بخشد کریم

یعنی میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نیکوں کے وسیلہ سے بروں کو بخش دے گا۔

معلوم ہوا کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ علماء و صالحین کے وسیلہ سے گنہگاروں کی مغفرت

مانتے ہیں۔

(۵) شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ پندنامہ عطار میں فرماتے ہیں۔

آنکہ آمد نہ فلک معراج او انبیاء و اولیاء محتاج او

یعنی نبی ﷺ وہ شان والے ہیں کہ نو آسمانوں کی معراج فرمائی اور تمام نبی ولی حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے حاجت مند ہیں۔ معلوم ہوا کہ شیخ عطار قدس سرہ حضور ﷺ کو سارے

نبیوں اور ولیوں کا وسیلہ مانتے ہیں۔

(۶) مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اگر نام محمد را نہ آوردے شفیع آدم نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق ننجینا

اگر حضور ﷺ کے نام کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام توبہ نہ کرتے تو ان کی توبہ کبھی

قبول نہ ہوتی۔ اگر حضرت نوح علیہ السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ نہ پکڑتے تو غرق

سے نجات نہ پاتے معلوم ہوا کہ مولانا جامی علیہ الرحمۃ حضور ﷺ کو قبول دعا کا اور آفات

سے بچنے کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

(۷) مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز اپنی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

اے بسا درگور خفته خاک دار بہ ز صد احیاء بنفع و انتشار

سایہ او بود و خاکش سایہ مند صد ہزاراں زندہ در سایہ وے اند

بہت سے قبروں میں سونے والے بندے ہزاروں زندوں سے زیادہ نفع پہنچاتے ہیں ان کی قبر کی خاک بھی لوگوں پر سایہ فگن ہے لاکھوں زندے ان قبر والوں کے سایہ میں ہیں۔ معلوم ہوا کہ مولانا قدس سرہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کو وفات کے بعد زندوں کا وسیلہ مانتے ہیں۔

(۸) درود تاج شریف جو تمام اولیاء و علماء کا ورد و وظیفہ ہے اس میں ہے وَسَيَلِّتَنَا فِي الدَّارَيْنِ۔ نبی ﷺ دنیا و آخرت میں ہمارے وسیلہ ہیں۔

(۹) مثنوی شریف میں مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

پیر را بگریں کہ بے پیرایں سفر ہست بس پر آفت و خوف و خطر
چوں گرفتی پیر ہیں تسلیم شو ہچو موسیٰ زیر حکم خضر رو
گرچہ کشتی بشکند تو دم مزین گرچہ طغی را کشد تو موکمن

یعنی پیر پکڑ لو۔ کیونکہ آخرت کا سفر بغیر پیر کے بہت خطرناک ہے اور جب پیر اختیار کرو تو اس کے تابع فرمان ہو جاؤ جیسے موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے کہ اگر پیر کشتی کو توڑ دے تو دم نہ مارو۔ اگر بچے کو بلا تصور قتل کر دے تو اعتراض نہ کرو۔ معلوم ہوا کہ پیر کا وسیلہ پکڑنا مولانا کے نزدیک لازم ہے۔

(۱۰) شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

مپندار سعدی کہ راہ صفا تو اوں یافت جز در پئے مصطفیٰ

اے سعدی یہ خیال بھی نہ کرنا کہ حضور ﷺ کی پیروی کے بغیر تم راہ ہدایت پاسکو گے یعنی ایمان لانے اور اعمال کرنے کے بعد بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کی ہر جگہ ضرورت ہے۔

(۱۱) حنفیوں کے معتبر عالم ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نزہۃ الخاطر الفاطر فی ترجمۃ شیخ عبدالقادر صفحہ ۶۱ میں فرماتے ہیں کہ حضور غوث پاک نے فرمایا:

مَنْ اسْتَعَاذَ بِي فِي كُرْبَةٍ كَشَفْتُ عَنْهُ وَمَنْ نَادَانِي بِاسْمِي فِي

سِدَّةٍ فَرَجْتُ عَنْهُ وَمَنْ تَوَسَّلَ بِي إِلَى اللَّهِ فِي حَاجَتِهِ قَضَيْتُ
یعنی جو کوئی مصیبت میں مجھ سے مدد مانگے تو وہ مصیبت دور ہوگی اور جو تکلیف
میں میرا نام لے کر پکارے تو تکلیف رفع ہوگی۔

اس کے بعد مولانا علی قاری نماز غوثیہ کی ترکیب بتا کر فرماتے ہیں۔
اس کا بارہا تجربہ کیا گیا۔ صحیح ثابت ہوا۔ ملا علی قاری حضور غوث پاک کا وسیلہ پکڑ کر فرماتے
ہیں کہ درست ہے اور حضور غوث پاک اپنا وسیلہ پکڑنے کا حکم دیتے ہیں۔ یہ ملا علی قاری وہ
بزرگ ہیں جن کو دیوبندی وہابی بڑے زور شور سے مانتے ہیں۔

(۱۲) شامی شریف کے مقدمہ میں ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

إِنِّي لِأَتَبَرَّكَ بِأَبِي حَنِيفَةَ وَأَجِيءُ إِلَى قَبْرِهِ فَإِذَا عُرِضَتْ لِي
حَاجَةٌ صَلَّىتُ رَكَعَتَيْنِ وَسَأَلْتُ اللَّهَ عِنْدَ قَبْرِهِ فَتَقْضَى سَرِيعًا
یعنی میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی
قبر پر آتا ہوں۔ جب مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز
پڑھتا ہوں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر رب سے
دعا کرتا ہوں۔ تو فوراً حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

مذہب کے اتنے بڑے امام یعنی امام شافعی رضی اللہ عنہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کو
وسیلہء دعا بنا کر سفر کر کے وہاں آتے ہیں اور ان کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔

(۱۳) حصن حصین شریف کے شروع میں آداب دعا ارشاد فرمائے اس میں بحوالہ بخاری و
بزار دعا کا ایک ادب یہ بیان فرمایا۔

وَأَنْ يَتَوَسَّلَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى بِالْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِهِ

یعنی دعا مانگے انبیاء اور اس کے نیک بندوں کے وسیلہ سے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا نام دعا کی قبولیت کا وسیلہ ہے۔

(۱۴) اس کی شرح میں شیخ محمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خصوصاً حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین ﷺ کہ رجاء قبول بطفیل دے اکثر و اتم داد فریاد اکمل است و فعل انبیاء مرسلین و سیرت سلف صالحین است

یعنی خصوصیت سے حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرے کہ اس میں قبولیت بہت زیادہ ہے اور گزشتہ پیغمبروں اور بزرگوں کی یہ سنت ہے۔

اس جگہ شیخ محمد عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے طفیل سے قبول ہوئی۔

(۱۵) اس کی شرح الحزر الواصلین میں ملا علی قاری فرماتے ہیں مِنَ الْمَنْدُوبَاتِ یعنی وسیلہ مستحب ہے۔

(۱۶) فقہا فرماتے ہیں کہ استسقا یعنی بارش مانگنے کی نماز میں جب جائیں تو شیر خوار بچوں کو ماؤں سے علیحدہ کر دیں اور جانوروں کو ساتھ لے جائیں کہ ان کے وسیلہ سے دعا ہو اور بارش ہو دیکھو عالمگیری شامی جوہر وغیرہ۔

دیکھو بارش مانگنے کے لیے جانوروں اور بچوں کا وسیلہ اختیار کیا گیا۔

(۱۷) سلطان محمود غزنوی جب سومنات کے حملہ میں گھر گیا تو اس نے شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے جبہ کو سامنے رکھ کر دعا کی۔ کہ مولا! اس کے وسیلہ سے فتح دے۔ اور ایسی فتح پائی کہ آج تک مشہور ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا جبہ اسی لیے دیا تھا جو وسیلہ ثابت ہوا۔

اقوال مخالفین

دیوبندیوں کے پیشوا بھی وسیلہ پر عقیدہ رکھتے تھے

ہم وہ بھی پیش کرتے ہیں

(۱) مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب ”نیل الشفاء بنعل مصطفیٰ“ میں فرماتے ہیں کہ فی زمانہ کثرت معاصی کی وجہ سے ہم پر بلیات کا ہجوم ہے اور دل و زبان کی کیفیت خراب ہونے کی وجہ سے توبہ استغفار قبول نہیں ہوتی۔ البتہ اگر کوئی وسیلہ قوی ہو تو اس کی برکت سے حضور قلب بھی میسر ہو سکتا ہے اور امید قبول بھی ہے۔ منجملہ ان وسائل کے بہ تجربہ بزرگان نقشہ نعل مقدسہ حضور سرور عالم فخر دو عالم ﷺ نہایت قوی البرکات اور سریع الاثر پایا گیا ہے۔

غور کیجئے مولوی صاحب نے نبی ﷺ کی نعلین شریف کا نقشہ کو جو ہم خود کھینچ لیتے ہیں۔ قبول دعا کے لیے بہترین وسیلہ بتایا۔ تو جس شہنشاہ کے جوتوں شریف کا نقشہ قبول دعا کا وسیلہ ہے تو خود نعل شریف کیسا وسیلہ ہوگا اور پھر اس جوتہ شریف کو پہننے والا اللہ کا پیارا معراج والا تخت و تاج والا کس درجہ کا وسیلہ ہوگا۔ بے کسوں کا کس ہے اور بے بسوں کا بس ﷺ۔

(۲) یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اپنی اسی کتاب میں اسی نقشہ نعلین مبارک سے وسیلہ پکڑنے کا طریقہ یوں بیان کرتے ہیں:

اس نقشہ کو بادب اپنے سر پر رکھے اور بتضرع تمام جناب باری میں عرض کرے کہ الہی! جس مقدس پیغمبر ﷺ کے نقشہ نعل شریف کو سر پر لیے ہوئے ہوں ان کا ادنیٰ درجہ کا غلام ہوں۔ الہی اسی نسبت غلامی پر نظر فرما کر برکت اسی نقشہ نعل شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرما۔ پھر فرماتے ہیں۔ ”پھر سر پر سے اتار کر اپنے چہرے پر ملے اور اس کو بہت سے

بوسے دے۔“

(۳) یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اسی کتاب میں اسی نقشہ نعلین شریف کی برکات اس طرح بیان کرتے ہیں۔ ”اسی نقشہ کی آزمائی ہوئی برکت یہ ہے کہ جو شخص تبرکاً اس کو اپنے پاس رکھے۔ ظالموں کے ظلم سے دشمنوں کے غلبہ سے، شیطان سرکش سے، حاسد کی نظر بد سے امن و امان میں رہے اگر حاملہ عورت دردزہ کی شدت میں اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں رکھے۔ بفضلہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان ہو جائے۔“ الخ

موجودہ دیوبندی حضرات اپنے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب کی عبارتیں غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ مولوی صاحب مذکور نے کس دھڑلے سے حضور اقدس ﷺ کے نعل شریف کے نقشہ کو وسیلہ مانا ہے اور لوگوں کو اس کا حکم دیا ہے۔ بلکہ آخر کتاب میں فرماتے ہیں ”اور اس کو وسیلہ برکت سمجھیں“۔ کتاب کے آخر صفحہ پر اسی نعل شریف کا نقشہ کھینچ کر دکھایا ہے۔

(۴) مولوی اشرف علی صاحب کے خلیفہ مولوی عبدالمجید صاحب نے مناجات مقبول کے آٹھویں حزب میں جس کا انہوں نے اضافہ کیا ہے یہ اشعار لکھے

ہیں جو تیرے بندہ خاص اے غنی مولوی اشرف علی تھانوی

اس کے صدقہ میں دعا مقبول کر یہ مناجات التجا مقبول کر

دیکھیے! اپنے پیر کے توسل سے دعا قبول کر رہے ہیں۔ یہ ہے پیر کا وسیلہ!

(۵) مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند قصائد قاسمی میں نبی ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

ترے بھروسہ پہ رکھتا ہے غرہ طاعت گناہ قاسم برگشتہ بخت بد اطوار

جو تو ہی ہم کونہ پوچھے تو کون پوچھے گا بنے گا کون ہمارا سوا ترے غمخوار

دیکھو! مولوی محمد قاسم صاحب نبی ﷺ پر بھروسہ رکھتے ہیں اس سے بڑھ کر وسیلہ کیا ہو سکتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

براہوں بد ہوں گنہگار ہوں پر تیرا ہوں ترا کہیں ہیں مجھے گو کہ ہوں میں ناہنجار

(۶) مولوی اسمعیل صاحب صراط مستقیم دوسری ہدایت میں صفحہ ۶۰ میں فرماتے ہیں اور حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے شیخین پر بھی ایک گونہ فضیلت حاصل ہے اور وہ فضیلت آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت و قطبیت بلکہ قطبیت و غوثیت و ابدالیت اور انہیں جیسے باقی خدمات آپ کے زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کے وساطت سے ہوتے ہیں اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں اسی عبارت میں مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے دنیا کی نعمتیں جیسے بادشاہت و امارت اور آخرت کی نعمتیں جیسے ولایت و غوثیت سب کو ملتی ہیں۔

(۷) مولوی اشرف علی صاحب اپنی کتاب شیم الطیب ترجمہ شیم الحیب میں حسب ذیل اشعار تحریر فرماتے ہیں۔

دستگیری کیجئے میری نبی! کشمکش میں ہوں تم ہی میرے ولی
جز تمہارے ہے کہاں ہے میری پناہ، فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی
ابن عبد اللہ! زمانہ ہے خلاف اے مرے مولا خبر لیجئے مری
اسی کتاب میں مولوی صاحب مثنوی شریف کا یہ شعر بھی نقل کرتے ہیں۔

نام احمد چوں حصارے شد حصین پس چہ باشد ذات آں روح الامیں
یعنی جب محمد مصطفیٰ ﷺ کا مبارک نام مضبوط قلعہ ہے تو اس روح امین کی ذات مبارک
کیسی ہوگی۔

(۸) شاہ ولی اللہ صاحب کشف قبور کے عمل میں تحریر فرماتے ہیں:

بعدہ ہفت کرہ طواف کند۔ دوران تکبیر بخواند و آغاز از راست کند و بعدہ بطرف چپ
رخسار نہد

اس کے بعد قبر کا سات چکر طواف کرے اور اس طواف میں تکبیر کہے دائیں سے شروع
کرے بعد میں قبر کی بائیں طرف اپنا رخسار رکھے۔

اس عبارت کو مولوی اشرف علی تھانوی نے کتاب حفظ الایمان میں نقل فرما کر اس عمل کے جائز ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ان مذکورہ بالا عبارات سے پتہ لگا کر بزرگوں کی ذات تو بہت اعلیٰ ہے ان کا نام بلکہ ان کی قبروں کی مٹی بھی وسیلہ ہے۔

(۹) شاہ ولی اللہ صاحب القول الجمیل میں مرید کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ثم یتلوا الشیخ ہاتین الایتین: یَا یُّهَا الذِّیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوا اِلَیْهِ الْوَسِيْلَةَ الْخ

یعنی پھر مرشد مرید کرتے وقت یہ دو آیتیں پڑھے: پہلی آیت یہ ہے یَا یُّهَا الذِّیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ اور دوسری آیت وَابْتَغُوا اِلَیْهِ الْوَسِيْلَةَ۔

اس کی اردو شرح میں مولوی خرم علی صاحب وہابی کہتے ہیں۔ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس حاشیہ میں لکھا ہے کہ دوسری آیت وَابْتَغُوا اِلَیْهِ الْوَسِيْلَةَ میں وسیلہ سے مراد مرشد کی بیعت ہے۔ آگے کہتے ہیں کہ ممکن نہیں کہ وسیلہ سے مراد ایمان لیجئے۔ اس واسطے کہ خطاب اہل ایمان سے ہے۔ چنانچہ یَا یُّهَا الذِّیْنَ اٰمَنُوْا اس پر دلالت کرتا ہے اور عمل صالح مراد نہیں ہو سکتا کہ وہ اتَّقُوا اللّٰهَ میں داخل ہے۔ اس واسطے کہ تقویٰ عبادت ہے امتثال او امر اور اجتناب نواہی سے اس واسطے کہ قائدہ عطف کا مغایرت ہیں المعطوف والمعطوف علیہ۔ اس عبارت میں صاف طور پر مان لیا کہ وَابْتَغُوا اِلَیْهِ الْوَسِيْلَةَ میں وسیلہ سے مراد نہ ایمان کا وسیلہ نہ اعمال۔ بلکہ مرشد کا وسیلہ مراد ہے ورنہ معطوف و معطوف علیہ کا فرق نہ ہوگا۔

(۱۰) مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندیوں کے شیخ الہند اپنے مرشد مولوی رشید احمد صاحب کے مرثیہ میں لکھتے ہیں۔

حوانج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب
گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی
خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلاق کے
مرے مولے مرے ہادی تھے بے شک شیخ ربانی

مولوی صاحب اپنے مرشد کو جسمانی و روحانی حاجت روا اور انہیں خلقت کا مربی مانتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر وسیلہ کیا ہو سکتا ہے۔

عقلی دلائل

عقل کا بھی تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے حسب ذیل دلائل سے:

(۱) رب تعالیٰ غنی اور ہم سب فقیر، جیسا کہ ارشاد اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ **وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ** (۳۸: محمد ۷۷) اور وہ غنی، ہمیں بغیر وسیلہ کے کوئی نعمت نہیں دیتا۔ ماں باپ کے وسیلہ سے جسم دیتا ہے، استاد کے ذریعہ علم، پیر کے ذریعہ سے ایمان، مال داروں کے ذریعہ سے مال، فرشتہ کے ذریعہ سے شکل، ملک الموت کے ذریعہ سے موت۔ غرضیکہ کوئی نعمت بغیر وسیلہ نہیں دیتا۔ تو ہم فقیر و محتاج ہو کر بغیر وسیلہ کے اس سے کیسے لے سکتے ہیں۔ وہ داتا اور غنی اور ہم منگتے اور فقیر اگر ہم نے بغیر وسیلہ اس سے لے لیا تو اس سے بڑھ گئے۔

(۲) دنیا ادنیٰ اور تھوڑی ہے۔ آخرت اعلیٰ اور زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **قُلْ مَتَّاعٌ الدُّنْيَا قَلِيلٌ** (۷۷: نساء ۴) اور فرماتا ہے **وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْلَغُ** (۱۷: اعلیٰ ۸۷) جب دنیا حقیر چیز بغیر وسیلہ نہیں ملتی تو آخرت جو دنیا سے اعلیٰ ہے بغیر وسیلہ کیونکر مل سکتی ہے۔ اس لیے قرآن و ایمان دینے کے لیے پیغمبر ﷺ کو مبعوث فرمایا۔

(۳) ہمارے اعمال کی مقبولیت مشکوک ہے اور نبی ﷺ و اولیاء اللہ کی مقبولیت یقینی ہے۔ جب مشکوک اعمال وسیلہ بن سکتے ہیں تو یقینی طور پر مقبول بندے بدرجہ اولیٰ وسیلہ ہیں۔

(۴) اعمال صالحہ وسیلہ ہیں رب سے ملنے کا اور اعمال کا وسیلہ انبیاء، اولیاء، علماء۔ تو یہ حضرات وسیلہ کے وسیلہ ہوئے اور وسیلہ کا وسیلہ بھی وسیلہ ہے۔ لہذا یہ حضرات بھی وسیلہ ہیں۔

(۵) حضور اقدس ﷺ سے پہلے تین سو سال تک خانہ کعبہ میں بت رکھے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس سے کعبہ پاک و صاف کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ کعبہ معظمہ

جو خدا تعالیٰ کا گھر ہے وہ بھی بغیر وسیلہ مصطفیٰ ﷺ پاک نہ ہو سکا۔ تو تمہارے دل بغیر اس ذات کریم کے وسیلہ کے ہرگز پاک نہیں ہو سکتے۔

(۶) اسلام میں پہلے بیت المقدس قبلہ تھا۔ پھر حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کی خواہش پر کعبہ معظمہ قبلہ بنا تا کہ معلوم ہو کہ وہ قبلہ جو ہزار ہا عبادات کی صحت کا وسیلہ ہے وہ بغیر حضور ﷺ کے قبلہ نہ بن سکا۔ لہذا تمہارا کوئی کام بغیر وسیلہ مصطفیٰ ﷺ مقبول نہیں ہو سکتا۔

(۷) رب فرماتا ہے وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿۱۱۹﴾ (توبہ: ۹) بچوں کے ساتھ رہو اور سارے سچے اولیاء، علماء وسیلہ کے قائل رہے لہذا وسیلہ کا ماننا ہی سچا راستہ ہے۔

(۸) شیطان نے ہزاروں برس بغیر وسیلہ والی عبادات کیں۔ مگر وہ وسیلہ والا ایک سجدہ نہ کیا تو مردود ہو گیا۔ ملائکہ نے وسیلہ والا سجدہ کر کے محبوبیت پائی۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ والی عبادت تھوڑی بھی ہو تو بھی مقبول بارگاہ الہی ہے۔

(۹) قیامت میں سب سے پہلے تلاش وسیلہ کی ہوگی پھر دوسرے کام۔ یعنی بغیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کے رب تعالیٰ کوئی کام شروع بھی نہ فرمائے گا۔ تا کہ معلوم ہو کہ آخرت میں ہماری عبادتیں ختم ہو جائیں گی۔ مگر وسیلہ پکڑنا وہاں بھی باقی ہے۔

(۱۰) اگر بغیر وسیلہ عبادات درست ہوتیں تو کلمہ طیبہ میں لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ نہ ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ توحید بھی وہی معتبر ہے جو حضور ﷺ کے وسیلہ سے مانی جاوے۔

عقلی توحید کا اعتبار نہیں۔ کلمہ طیبہ کے پہلے جز میں توحید ہے اور دوسرے جز میں وسیلہ توحید۔

(۱۱) نماز التحیات سے اور درود شریف سے مکمل ہوتی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابرکات نام کے بغیر نماز بھی نہیں ہوتی۔ جو اصل عبادت ہے۔

(۱۲) قبر میں مردہ سے تین سوال ہوتے ہیں۔ پہلا سوال توحید کا اور دوسرا دین کا۔ مگر ان

دونوں سوالوں کے جواب درست دینے پر بھی بندہ کامیاب نہیں ہوتا اور جنت کی کھڑکی نہیں

کھلتی۔ سوال تیسرا یہ ہوتا ہے۔

مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي حَقِّ هَذَا الرَّجُلِ

تو اس کالی زلفوں والے ہرے گنبد والے محبوب کو کیا کہتا تھا؟
دیکھ یہ تیرے سامنے جلوہ گر ہیں۔ حضور کا فرمانبردار بندہ جواب دیتا ہے کہ یہ میرے رسول
میرے نبی اور میں ان کا امتی ہوں۔

نکیرو! پہچانتا ہوں ان کو یہ میرے مولا یہ میرے داتا
مگر تم ان سے تو پوچھو اتنا یہ مجھ کو اپنا بتا رہے ہیں
تب بندہ پاس ہوتا ہے اور آواز آتی ہے۔

صَدَقَ عَبْدِي افْتَحُوا لَهُ بَابًا مِنَ الْجَنَّةِ

میرا بندہ سچا ہے اس کے لیے جنت کا دروازہ کھول دو۔

معلوم ہوا کہ وسیلہ کے بغیر قبر میں بھی کامیابی نہیں ہوتی۔ وہاں اعمال کا ذکر نہیں ہوتا۔ اعمال
کا ذکر تو قیامت میں ہوگا۔

(۱۳) دنیا آخرت کا نمونہ ہے کہ یہاں سے حالات دیکھ کر وہاں کا پتہ لگاؤ کہ ایسے ہی وہاں
بھی ہوگا۔ اس لیے قرآن کریم میں دنیا کے حالات سے آخرت پر استدلال کیا گیا ہے۔ دنیا
میں اصل فیض دینے والا ایک ہوتا ہے اور اس سے پہلا فیض لینے والا بھی ایک ہی ہوتا ہے۔
پھر وسیلہ کے ذریعہ یہ فیض اوروں تک پہنچتا ہے۔ بادشاہ ایک، اس کا وزیر اعظم ایک، پھر
حکام کے ذریعہ اس کے احکام رعایا تک پہنچتے ہیں۔ سورج ایک اس کا وزیر اعظم چاند بھی
ایک پھر اس سے فیض لیتے ہیں بے شمار تارے، درخت کی جڑ ایک اور اس کا تنہ ایک پھر
گدے چند اور شاخیں سینکڑوں اور پتے ہزاروں۔ ان ہزاروں پتوں میں جڑ کا فیض تنے
اور گدوں اور شاخوں کے وسیلہ سے پہنچتا ہے۔ انسان کا دل جو گویا جسم کا بادشاہ ہے وہ ایک
اس دل کا وزیر اعظم جگر ایک۔ پھر بہت سی رگیں وسیلہ کے طور پر جسم میں پھیلی ہوتی ہیں۔
جن سے جسم کا ہر حصہ دل کا فیض لیتا ہے۔

پس اسی رب تعالیٰ شہنشاہ اعلیٰ احکم الحاکمین ایک اور محبوب اعظم حضور محمد مصطفیٰ ﷺ بھی
ایک۔ جو رب تعالیٰ سے فیض لیتے ہیں۔ پھر اولیاء، علماء وسیلہ کی طرح عالم میں پھیلے ہوئے

ہیں۔ جن کے ذریعہ رب کا فیض عالم کے ذرہ ذرہ میں پھیل رہا ہے۔ ان وسائل کو چھوڑنے والا رب کا فیض حاصل نہیں کر سکتا۔

(۱۴) جب کمزور قوی سے فیض لینا چاہے تو درمیان میں ایسے وسیلہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو قوی سے فیض لینے اور کمزوروں کو فیض دینے پر قادر ہو۔ اگر روٹی کو گرم کرنا ہے تو درمیان میں توڑے کی ضرورت ہے اور اگر سورج کو دیکھنا ہے تو بیچ میں اس ٹھنڈے شیشہ کی ضرورت ہے جو سورج کی تیز شعاعوں کو ٹھنڈا کر کے آنکھوں کے دیکھنے کے قابل بنا دے اللہ تعالیٰ قوی ہے۔ **إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ** (۲۱: مجادلہ ۵۸) اور تمام بندے کمزور اور ضعیف خُلُقِ الْإِنْسَانِ ضَعِيفًا (۲۸: نساء ۴) ناممکن تھا کہ کمزور اور ضعیف بندہ بلا واسطہ غالب قوی رب سے فیض لے لیتا۔ روٹی نار سے بلا واسطہ فیض لینے سے مجبور و معذور ہے۔ تو ہم کمزور نور مطلق سے فیض لینے سے معذور ہیں اسی لیے خالق و مخلوق، رب و مرئوب کے درمیان ایک ایسے برزخ کبریٰ کی ضرورت تھی۔ جو رب سے فیض لینے اور مخلوق کو فیض دینے پر قادر ہو۔ ادھر رب اعلان کرے **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ** (۳: نجم ۵۳) نبی کا کلام رب کا فرمان ہوتا ہے ادھر وہ برزخ کبریٰ **إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** (۱۱۰: کہف ۱۸) کہہ کر بندوں کو اپنی طرف مائل فرمائے کہ اے لوگو گھبراؤ نہیں۔ میں تم جیسا ہی بشر ہوں، فرشتہ یا جن وغیرہ کی جنس سے نہیں ہوں۔ اسی وسیلہ عظمیٰ کا نام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل

خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدود کا

(۱۵) اگر اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وسیلہ پکڑنا برا اور ناجائز ہے تو نماز جنازہ بھی منع ہونی چاہیے۔ کیونکہ بالغ مردہ کے لیے ہم وسیلہ بن کر دعا کرتے ہیں:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا

اور نابالغ مردہ کو ہم اپنا وسیلہ بناتے ہیں اور دعا کرتے ہیں:

اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا اجْرًا وَزُخْرًا وَجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَ مُشَفَّعًا.

خدا یا! اس بچہ کو قیامت میں ہمارا پیش رو بنا کہ ہمیں جنت میں لے جاوے اور ہمارے لیے ثواب کا وسیلہ اور نیکی کا ذخیرہ بنا اور اسے ہمارا سفارشی بنا۔

نماز جنازہ وسیلہ پر ہی قائم ہے۔

(۱۶) مسجد نبوی شریف میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار ہے کیوں؟ کیا دوسری مسجدیں خدا کا گھر نہیں ہیں؟ صرف اسی لیے یہ ثواب بڑھا کہ اس میں حضور محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکارِ دو عالم ﷺ آرام فرما رہے ہیں۔ اسی طرح مسجد بیت المقدس میں کئی ہزار پیغمبر جلوہ گر ہیں۔ کعبہ میں بھی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ۔ اس لیے کہ وہ حضور پر نور ﷺ کا مقام بیدائش ہے اور وہاں بیت اللہ، چاہ زمزم اور مقام ابراہیم ہے۔ ان کے وسیلہ سے ثواب زیادہ ہو گیا وسیلہ والی عبادت کا درجہ زیادہ ہے۔

(۱۷) اور مسجدوں میں پہلی صف کا درجہ زیادہ۔ مگر مسجد نبوی میں تیسری صف کا ثواب بڑھ کر اور مسجدوں میں صف کا داہنا حصہ افضل مگر مسجد نبوی شریف میں صف کا بائیں حصہ افضل۔ کیوں؟ اس لیے کہ تیسری صف روضہ شریف سے قریب تر ہے اور روضہ پاک مصطفیٰ ﷺ مسجد کی بائیں طرف ہے۔ جیسے جسم میں دل۔ اب بائیں طرف کھڑے ہونے میں روضہ پاک سے زیادہ قریب ہوگا اور جتنا زیادہ قریب اتنا ثواب زیادہ۔ معلوم ہوا کہ حضور کی ذات بابرکات مقبولیت کے لیے وسیلہ عظمیٰ ہے۔ ﷺ

(۱۸) بزرگوں کا وسیلہ اور نبی ﷺ کا علم غیب یہ ایسے مسائل ہیں جن کے مسلمان تو کیا۔ کفار منافقین بلکہ جانور بھی قائل تھے۔ دیکھو فرعون پر جب عذاب آتا تھا تو موسیٰ علیہ السلام سے دعا کرتا تھا۔ ابو جہل وغیرہ کفار قحط اور دیگر مصیبتوں میں حضور سرور کونین ﷺ کے پاس دعا کے لیے آتے تھے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الشَّجَرُ اذْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ (۴۹: زخرف ۴۳) فرعون نے ڈوبتے وقت کہا۔ اَمَنْتُ بِرَبِّ مُوسَىٰ وَ هَارُونََ جانور مصیبت میں حضور ﷺ کے پاس فریاد لاتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ فریاد رس یہی سرکار ﷺ ہیں۔

(۱۹) اگرچہ ریل ساری لائن سے گزرتی ہے مگر ملتی اسٹیشن پر ہی ہے۔ ایسے ہی رب کی رحمت کے اسٹیشن انبیائے کرام اور اولیائے عظام ہیں۔ اس لیے ان کے پاس جاؤ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ لِخ (۶۳: نساء ۴)۔ یہی وسیلہ ہے۔

(۲۰) بادشاہ کی خاطر عمدہ جگہ، اعلیٰ ہو اور دیگر تکلفات کا انتظام ہوتا ہے جو بادشاہ کے پاس آ کر بیٹھ جاوے تو وہ بھی ان چیزوں سے فائدہ اٹھالیتا ہے۔ ایسے ہی جہاں اللہ تعالیٰ کے پیارے ہوتے ہیں وہاں رب تعالیٰ کی رحمت کے سچھے چلتے ہیں۔ جو ان کی بارگاہ میں اخلاص سے حاضر ہو جاوے وہ بھی اس سے فائدہ اٹھالیتا ہے۔ یہی وسیلہ ہے۔ اسی لیے بزرگوں کے مزارات کے پاس گنہگار اپنی قبریں بنواتے ہیں، مسجدیں تیار کراتے ہیں۔ وہ عبادات کرتے ہیں تاکہ ان کے طفیل بخشش ہو اور نماز زیادہ قبول ہو۔

(۲۱) اگر معمولی کام کا تعلق پیغمبر سے ہو جاوے تو اچھا بن جاتا ہے اور اگر اچھے کام کا تعلق پیغمبر سے نہ ہو تو برا ہو جاتا ہے۔ نفس اور نام کے لیے لڑنا فساد کہلاتا ہے اور حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کے لیے لڑنا جہاد کہلاتا ہے۔ فساد گناہ اور جہاد اعلیٰ عبادت ہے۔ قابیل اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے قریباً ایک قسم کا قصور ہوا۔ لیکن قابیل کے قصور کی بنا عورت کی محبت تھی اور ان کے قصور کی بنا نبیؐ کی محبت پر۔ یہ چاہتے تھے کہ یوسف علیہ السلام کو علیحدہ کراؤ تو حضرت یعقوب علیہ السلام ہم سے محبت کریں گے۔ لہذا نتیجہ میں یہ فرق ہے کہ قابیل تو مردود مرا اور یہ لوگ محبوب بن گئے۔ انہیں تاروں کی شکل میں حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ پیغمبر اعلیٰ چیز ہے۔

دوسرا باب

وسیلہ اولیاء اللہ پر اعتراضات و جوابات

ساری امت مصطفیٰ ﷺ کا اتفاق رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ پکڑا جاوے۔ جیسے پہلے باب میں گزر چکا ہے مگر اب آخر زمانہ میں ایک ملحد ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم نے وسیلہ اولیاء اللہ کا انکار کیا۔ علمائے دین نے ابن تیمیہ کو گمراہ اور گمراہ کن فرمایا ہے۔ موجودہ زمانہ کے وہابی دیوبندی ابن تیمیہ کی پیروی میں وسیلہ کے منکر ہو گئے اب چونکہ اس مسئلہ پر زور ہے۔ اس لیے ہم اس باب میں ان کے تمام ان دلائلی کا جواب دیتے ہیں جو اب تک وہ پیش کر سکے ہیں۔ بلکہ عام وہابی دیوبندیوں کو یہ اعتراضات معلوم ہی نہیں ہوتے جو ہم ان کی وکالت میں بنا کر جواب دیتے ہیں رب تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین بعض دیوبندی تو وسیلہ اولیاء اللہ کے مطلقاً منکر ہیں اور بعض وفات یافتہ بزرگوں کے وسیلہ ہونے کے منکر ہیں اور زندہ ولیوں کے وسیلہ کے قائل ہیں ہم دونوں کے دلائل اور جواب عرض کرتے ہیں:

اعتراض ۱: رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۱۰۷﴾: (بقرہ ۲) یعنی تمہارا مددگار خدا کے سوا کوئی نہیں۔ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ مددگار ہے اور کسی کو وسیلہ بنانا ایک طرح مددگار ماننا ہے۔ یہ شرک ہے۔

جواب: اس کے تین جواب ہیں ایک یہ کہ من دون اللہ سے مراد ہے خدا تعالیٰ کے مقابل ہو کر یعنی اگر رب تمہیں عذاب دینا چاہے تو کوئی خدا کے مقابل اس کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ لہذا ولی اللہ کا وسیلہ درست ہے۔ رب فرماتا ہے: وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۶۰﴾: آل عمران (۳) اگر رب تعالیٰ ہی تمہیں رسوا کرنا چاہے تو تمہاری مدد کون کر سکتا ہے۔ مسلمانوں کو رب پر ہی

توکل کرنا چاہیے۔ یہ آیت تمہاری پیش کردہ آیت کی تفسیر ہے دوسرے یہ کہ یہاں مدد سے مستقل مدد مراد ہے۔ یعنی مستقل مدد رب تعالیٰ کی ہی ہے۔ باقی وسیلوں کی مدد رب تعالیٰ کے اذن اور اسی کی اجازت سے ہے۔ تیسرے یہ کہ اس سے مراد ہے اگر تم کفر اختیار کرو تو تمہارا مددگار کوئی نہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ (بقرہ ۲۷۰) ظالموں یعنی کافروں کا کوئی مددگار نہیں۔ اگر یہ مطلب نہ کئے جائیں تو بتاؤ اس آیت کے کیا معنی ہوئے۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ مُكْرِمُونَ ﴿۵۵﴾ (مائدہ ۵۵) یعنی اے مسلمانو! تمہارے مددگار اللہ اور اس کا رسول اور وہ مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ یہاں تین ذاتوں کو ولی فرمایا گیا۔ نیز فرماتا ہے وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (توبہ ۹) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں بعض بعض کے مددگار ہیں ان میں ما سوا اللہ کی مدد کا ثبوت ہے اور تمہاری پیش کردہ آیت میں ان کی نفی ہے تو ایسے معنی کرو جس سے تعارض پیدا نہ ہو۔

اعتراض ۲: رب تعالیٰ کفار کا کفر یہ بیان کرتا ہے مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ (زمر ۳۹) یعنی ہم نہیں پوجتے ان کو مگر اس لیے کہ ہمیں رب تعالیٰ سے قریب کر دیں۔ معلوم ہوا کہ کفار بتوں کو خدا نہیں مانتے مگر خداری کا وسیلہ سمجھتے تھے۔ جسے شرک کہا گیا کسی کو وسیلہ سمجھنا شرک ہے۔

جواب: اس کے بھی دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ وسیلہ ماننے کو رب نے کفر نہیں فرمایا۔ بلکہ ان کے پوجنے کو شرک کہا۔ فرمایا نَعْبُدُهُمْ ہم اس لیے نہیں پوجتے ہیں۔ کسی کو پوجنا واقعی شرک ہے۔ اگر کوئی عیسیٰ علیہ السلام یا کسی ولی کی عبادت کرے وہ مشرک ہے۔ الحمد للہ مسلمان کسی وسیلہ کی پوجا نہیں کرتے۔ دوسرے یہ کہ مشرکین نے بتوں کو وسیلہ بنایا جو خدا کے دشمن ہیں۔ مسلمان اللہ کے پیاروں کو وسیلہ سمجھتا ہے وہ کفر اور یہ ایمان۔ دیکھو مشرک گنجا کا پانی لاتا ہے تو مشرک اور مسلمان آب زمزم لاتے ہیں وہ مومن ہیں۔ کیونکہ مشرک گنجا

جل کی نسبت بتوں کی طرف کرتا ہے جب کہ مومن آب زمزم کی اس لیے تعظیم کرتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کا معجزہ ہے اور پیغمبر کی تعظیم ایمان ہے۔ اسی طرح مشرک ایک پتھر کے آگے سر جھکاتا ہے وہ مشرک ہے۔ آپ بھی کعبہ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔ بلکہ مقام ابراہیم کو سامنے لے کر حج میں نماز پڑھتے ہیں۔ آپ مومن ہیں کیوں؟ اس لیے کہ کافر کے پتھر کو بت سے نسبت ہے اسی لیے وہ اس تعظیم سے کافر ہے اور ان چیزوں کو نبیوں سے نسبت ہے۔ ان کی تعظیم عین ایمان ہے۔

دیوالی کی تعظیم شرک ہے مگر رمضان اور محرم کی تعظیم ایمان ہے۔ تفسیر روح البیان شریف میں سورہ احقاف میں اَتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا لِالٰهَةِ (۲۸: احقاف ۳۶) کی تفسیر میں فرمایا کہ وسیلہ دو قسم کا ہے۔ وسیلہ ہدیٰ اور وسیلہ ہوئی۔ یعنی ہدایت کا وسیلہ اور گمراہی کا وسیلہ نبی، ولی، الہام، وحی ہدایت کا وسیلہ ہے اور بت شیطان و سو سے گمراہی کے وسیلے ہیں۔ آیت پیش کردہ میں وسیلہ کو اختیار کرنا کفر ہے وہی اس آیت میں مراد ہے۔

اعتراض ۳: رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ (۶: منافقون ۶۳) برابر ہے کہ آپ ان کے لیے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ نہیں بخشنے گا۔ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی دعا مغفرت کا وسیلہ نہیں۔ جب ان کی دعا کا وسیلہ نہیں تو دیگر اولیاء کا ذکر ہی کیا ہے۔ یہ اعتراض گجرات کے جاہل دیوبندی وہابیوں کا ہے۔

جواب: یہ آیت ان منافقین کے حق میں اتری ہے جو حضور ﷺ کے وسیلہ کے منکر تھے اور دیوبندیوں کی طرح براہ راست رب تک پہنچنا چاہتے تھے۔ اسی آیت سے پہلے یہ ہے: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوُوْا رُءُوْسَهُمْ وَاٰيَاتُهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ (۵: منافقون ۶۳) جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ ﷺ تمہارے لیے دعائے مغفرت کریں تو آپ سے یہ لوگ یعنی منافق منہ توڑ لیتے اور غرور کرتے ہوئے حاضری بارگاہ سے رک جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اے محبوب! جو آپ

سے بے نیاز ہوں اور آپ اپنی رحمت سے ان کے لیے دعائے مغفرت کر بھی دیں، ہم تو انہیں نہیں بخشیں گے کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارے وسیلہ کے بغیر جنت میں جائے۔ اس آیت سے تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ نفی۔ یہی قرآن مسلمانوں کے متعلق فرماتا ہے وَصَلِّ عَلَيْهِمْ (۱۰۳: توبہ ۹) اے نبی (ﷺ) آپ مسلمانوں کو دعا دیں۔ اگر حضور ﷺ کی دعا بے کار ہو تو اس کا حکم کیوں دیا گیا۔ جناب بات یہ ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست

در باغ لاله روید و در شورہ بوم خس

بارش ہے تو فائدہ مند۔ مگر بد قسمت شورہ زمین اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتی۔ اس میں اس زمین کا اپنا قصور ہے نہ کہ بارش کا۔

اعتراض ۴: رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَابَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ (۸۴: توبہ ۹) یعنی ان میں سے کسی کی آپ نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوں۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ نبی ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کی نعش کو اپنی قمیص پہنائی اور اس کے منہ میں اپنا لعاب ڈالا اور اس کی جنازہ کی نماز پڑھی۔ تب یہ آیت اتری جس میں نبی ﷺ کو ان کاموں سے منع فرما دیا۔ دیکھو حضور کی دعا، نماز جنازہ، قمیص پہنانا، منہ میں لعاب ڈالنا سب بے کار ہو گیا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کیونکہ اس کے اعمال خراب تھے معلوم ہوا کہ وسیلہ کوئی چیز نہیں۔

جواب: اس کا جواب اسی آیت میں موجود ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَسِقُونَ ﴿۸۴﴾ (۸۴: توبہ ۹) کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور کفر پر مر گئے اور وہ فاسق ہیں۔ معلوم ہوا کہ چونکہ وہ زندگی میں منافق تھے اور کفر پر موت ہوئی۔ اس لیے اس کے لیے کوئی وسیلہ مفید نہ ہو اور سب مومنوں کے لیے ہیں کافروں کے لیے نہیں۔ اعلیٰ دوائیں بیماروں کے لیے مفید ہیں۔ مردہ کے لیے نہیں اور

گنہگار مومن گویا بیمار ہے اور کافر اور منافق مردہ ہے۔

اعتراض ۵: رب تعالیٰ قیامت کے بارے میں فرماتا ہے: **فَمَا تَنْفَعُهُمُ الشَّفَاعَةُ** (۳۸: مدثر ۷۴) یعنی اس دن نہ تجارت ہوگی نہ دوستی کام آئے گی نہ کسی کی سفارش۔ معلوم ہوا کہ قیامت میں سارے وسیلے ختم ہو جائیں گے۔

جواب: یہ سب آیتیں کافروں کے لیے ہیں۔ مسلمانوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے آگے رب فرماتا ہے **وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ** (۲۵۴: بقرہ ۲) مسلمانوں کے لیے رب تعالیٰ فرماتا ہے: **أَلَا خَلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ** (۶۷: زخرف ۴۳) اس دن سارے دوست دشمن بن جائیں گے۔ سوا پرہیزگاروں کے۔ کفار کی آیت مومن پر پڑھنا بے دینی ہے۔ نیز فرماتا ہے: **يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ** (۱۱۰: آل عمران ۸۹) اس دن مال و اولاد کام نہ آئے گی سوا اس کے جو رب کے پاس سلامت دل لے کر آوے۔ معلوم ہوا کہ مومن کا مال و اولاد قیامت میں کام آویں گے۔

اعتراض ۶: رب فرماتا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** (۳۵: مائدہ ۵) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح یعنی جنت پاؤ۔ اس میں وسیلہ سے مراد اعمال کا وسیلہ ہے نہ کہ بزرگوں کا۔ کیونکہ جن بزرگوں کو وسیلہ بناتے ہو وہ خود اعمال کرتے ہیں۔

جواب: اس کے چند جواب ہیں ایک یہ اعمال تو اتقوا اللہ میں آچکے تھے۔ اگر وسیلہ سے بھی مراد اعمال ہوں تو آیت میں تکرار بے کار ہوگی۔ لہذا یہاں وسیلہ سے مراد بزرگوں کا وسیلہ ہے دوسرے یہ کہ اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو مسلمانوں کے بچے دیوانہ مسلمان! اور وہ نو مسلم جو مسلمان ہوتے ہی مر گیا۔ ان کے پاس اعمال نہیں وہ کس کا وسیلہ پکڑیں گے۔ تیسرے اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو شیطان کے پاس اعمال بے شمار تھے وہ اس کے لیے

وسیلہ کیوں نہ بنے۔ چوتھے یہ کہ اگر اعمال ہی مراد ہوں تو اعمال بھی نبی کے وسیلہ سے حاصل ہوتے ہیں تو وہ حضرات اعمال کے وسیلہ ہوئے اور وسیلہ کا وسیلہ خود وسیلہ ہوتا ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے اعمال بزرگوں کی نقل ہیں۔ رمی حج میں کنکر مارنا حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نقل ہے۔ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نقل ہے۔ قربانی کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نقل، طواف میں اکڑ کر چلنا حضرت نبی کریم ﷺ کی نقل ہے، اس لیے ان اعمال پر ثواب ملتا ہے کہ یہ اچھوں کی نقل ہے۔ اس کی نہایت نفیس تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں دیکھو جس میں بیان کیا گیا ہے کہ روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، کلمہ غرضیکہ ہر عبادت کسی کی نقل ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جنت خالی رہ جائے گی۔ تو ایک جماعت جنت بھرنے کے لیے پیدا کی جاوے گی بتاؤ اس جماعت نے کون سے اعمال کیے تھے۔

نوٹ ضروری: جنت کا داخلہ تین طرح ہوگا۔ کسی، وہی، عطائی۔ کسی وہ جس میں جنتی کے عمل کو دخل ہو۔ جس کے بارے میں فرمایا گیا جَزَاءُ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾ احقاف (۴۶) جنت وہی وہ جو کسی بندے کے طفیل سے ملے اپنے عمل کو کوئی دخل نہ ہو۔ جیسے مسلمانوں کے نابالغ بچے اور دیوانہ مسلمان کہ یہ جنتی ہیں۔ مگر بغیر اعمال جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے وَاتَّبَعْتَهُمْ ذُرِّيَّتَهُمْ بِإِيمَانٍ (۲۱: طور ۵۲) جنت عطائی وہ جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملے کسی اور شے کو دخل نہ ہو۔ جیسے جنت بھرنے کے لیے جو مخلوق پیدا ہوگی یا جو بغیر شفاعت جنت میں جائیں گے۔ جنہیں جہنمی کہا جائے گا۔ جن کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ رب تعالیٰ اپنا ایک قدرت کالپ (چلو) جہنمی لوگوں سے بھر کر جنت میں داخل کرے گا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کا ایمان شرعی نہ تھا۔ مگر وسیلہ حضور ﷺ سب کو درکار ہے۔ غنیکہ بغیر اعمال جنت مل سکتی ہے بغیر وسیلہ جنت ہرگز ہرگز نہیں مل سکتی۔

اعتراض ۷: قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کی شفاعت فرمائی تو آپ سے فرمایا گیا۔ يٰنُوْحُ اِنَّهُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ

(۴۶: ہود ۱۱) اے نوح! یہ آپ کے گھر والوں سے نہیں اس کے اعمال خراب ہیں۔ معلوم ہوا کہ عمل خراب ہونے پر نبی، ولی و سیلہ نہیں۔

جواب: جی ہاں، اس کنعان کا عمل خراب یہ تھا کہ وہ نبی کے وسیلہ کا منکر تھا اور طوفان آنے پر وہ آپ کے دامن میں نہ آیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ **يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ** (۴۶: ہود ۱۱) یعنی اے بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہو جا، کافروں کے ساتھ نہ رہو۔ تو اس نے جواب دیا۔ **قَالَ سَاوِيَٰٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعَصِيۡنِيۡ مِنَ الْمَآءِ** (۴۳: ہود ۱۱) میں پہاڑ کی پناہ لے لوں گا۔ وہ مجھ کو پانی سے بچالے گا اس لیے غرق ہو گیا۔ اب جو نبیوں کے وسیلہ کا منکر ہے وہ اس سے عبرت پکڑے۔ اس آیت میں تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ انکار۔ اگر حضرت نوح علیہ السلام کا وسیلہ قبول کر لیتا تو ہرگز غرق نہ ہوتا۔

اعتراض ۸: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لیے دعا کرنا چاہی تو فرما دیا گیا۔ **يٰۤاَبْرٰهِيۡمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۙ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرًاۤ بِكَ ۙ وَاِنَّهُمْ لَآيۡتِيۡهِمْ عَذَابٌۭ غَیۡرُ مَرۡدُوۡدٍ** (۷۶: ہود ۹۱) یعنی اے ابراہیم ان کے لیے دعا نہ کرو۔ ان پر عذاب آکر ہی رہے گا۔ دیکھو پیغمبر کی دعا غیر مقبول ہوئی۔

جواب: قوم لوط کا فرقی اور کفار کے لیے کوئی وسیلہ مفید نہیں کیونکہ وہ نبی کے وسیلہ کے منکر ہوتے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ناراض ہو کر سامری سے فرمایا۔ **فَاذْهَبْ فَاِنَّ مَلَکَ فِی الْحَیۡوٰةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ** (۹۷: طہ ۲۰) خبیث تجھے اپنی زندگی میں یہ نوبت پہنچ جائے گی کہ تو لوگوں سے کہتا پھرے گا کہ مجھ کو کوئی نہ چھوٹا۔ حضرت کلیم اللہ صلوات اللہ علیہ و سلامہ کے منہ کی یہ نکلی ہوئی بات ایسی درست ہوئی کہ اس کے جسم میں یہ تاثیر ہو گئی کہ جو اس سے چھوٹا اسے بھی بخار ہو جاتا اور خود سامری کو بھی۔ ان خدا تعالیٰ کے پیاروں کی زبان کا یہ عالم ہے۔

نوٹ ضروری: انبیاء علیہم السلام کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ ہاں ان کی وہ دعائیں جن کے خلاف رب کا فیصلہ ہو چکا ہو اور قلم چل چکا ہو۔ اگر پیغمبر ایسی دعا کریں تو انہیں سمجھا

کر روک دیا جاتا ہے۔ اس روکنے میں ان کی انتہائی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ یعنی اے پیارے! یہ کام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ناممکن ہو چکا ہے اور ہمیں یہ منظور نہیں کہ تمہاری زبان خالی جاوے۔ لہذا تم اس بارے میں دعا ہی نہ کرو۔

سبحان اللہ! معترض نے جو دعائیں پیش کیں۔ وہ سب اسی قسم کی ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ ان دعاؤں کا پیغمبروں کو ثواب مل جاتا ہے کیونکہ دعا مانگنا بھی عبادت ہے۔ اگرچہ قبول نہ ہو۔ اس لیے رب نے فرمایا: سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ (۶: منافقون ۶۳) آپ کا دعا کرنا یا نہ کرنا ان منافقوں کے لیے برابر ہے کہ ان کی مغفرت نہیں ہو سکتی۔ آپ کو ضرور ثواب مل جائے گا۔ یہاں عَلَيْهِمْ فرمایا۔ علیک نہ فرمایا۔

اعتراض ۹: مشکوٰۃ شریف باب الانذار میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا۔ میں اللہ کے عذاب کو تم سے دفع نہیں کر سکتا۔ جب نبی کریم ﷺ اپنی دختر کے لیے وسیلہ نہیں تو ہمارے لیے کیونکر وسیلہ ہو سکتے ہیں اور جب حضور ﷺ ہی وسیلہ نہ ہوئے تو دوسرے ولیوں کا ذکر ہی کیا۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ رب تعالیٰ کے مقابل ہو کر تم سے رب کے عذاب کو دفع نہیں کر سکتا۔ یعنی رب تعالیٰ عذاب دینا چاہے تو کون ہے جو دفع کر سکے یہ وسیلہ تو رب کے اذن سے ہوتا ہے نہ کہ اس کے مقابل۔ دوسرے یہ کہ اے فاطمہ! اگر تم نے ایمان قبول نہ کیا تو ہم تم سے عذاب دفع نہیں کر سکتے۔ یعنی وسیلہ مومنین کے لیے ہوتا ہے۔ کافروں کے لیے نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا نبی زادہ ہونے کے باوجود ہلاک ہو گیا کفر کی وجہ سے۔ اگر یہ جواب نہ مانا جائے تو یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہوگی اور دیگر احادیث کے بھی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ (۵۵: مائدہ ۵) تمہارے مددگار اللہ رسول اور مسلمان ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

كُلُّ نَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا نَسَبِي وَ سَبِي (شامی باب غسل میت)

قیامت کے دن سارے ذریعے اور رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ سوا میرے
ذریعہ اور رشتہ کے۔

فرماتے ہیں: شفاعتی لاهل الکبائر من امتی۔ میری شفاعت میری امت کے گناہ
کبیرہ والوں کے لیے ہوگی۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ گناہ کبیرہ والے حضور ﷺ کی طفیل بخشے
جاویں اور خود نخت جگر نور نظر کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکیں۔ (شامی)

نوٹ ضروری حضور اقدس ﷺ کے طفیل بعض فوائد کفار بھی حاصل کر لیتے ہیں۔
جیسے دنیا میں قہر الہی سے امن و قیامت کے دن میدان محشر سے نجات اور حساب کا شروع
ہونا اس لحاظ سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب ہے رحمۃ للعالمین۔

بعض فوائد وہ ہیں جو صرف متقیوں کو پہنچتے ہیں گنہگاروں کو نہیں جیسے درجات بلند کرانا۔ اس
معنی کے لحاظ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ سنت کو چھوڑنے والا میری شفاعت سے محروم
ہے یعنی بلندی درجات کی شفاعت۔

بعض فوائد وہ ہیں جو صرف گنہگاروں کو پہنچیں گے نیکوکاروں کو نہیں جیسے گناہوں کی معافی۔
کیونکہ نیکوکاروں کے پاس گناہ ہوتے ہی نہیں ان مسلمانوں کو محفوظ کہا جاتا ہے۔ انبیاء علیہم
السلام گناہوں سے معصوم ہیں۔ یعنی گناہ کر سکتے ہی نہیں اور خاص اولیاء گناہوں سے محفوظ
یعنی وہ گناہ کرتے نہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء از چہ محفوظ اند محفوظ از خطا

ان کے لیے معافی گناہ کی شفاعت نہیں۔ ان کے لحاظ سے فرمایا گیا۔ کہ

شفاعتی لاهل الکبائر من امتی

میری شفاعت میری امت کے اہل الکبائر کے لیے ہے۔

تمہاری پیش کردہ حدیث میں دوسری قسم کے فوائد مراد ہیں۔ بشرطیکہ ایمان قبول نہ کیا
جائے۔

یہ بھی خیال رہے کہ یہاں فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا گیا اور دوسروں کو سنایا گیا

ہے ورنہ حضور ﷺ کے طفیل ابولہب کا عذاب ہلکا ہوا۔ ابوطالب دوزخ میں جانے سے بچ گئے۔

اعتراض ۱۰: بخاری شریف کتاب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قحط کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے بارش مانگتے تھے اور فرماتے تھے:

إِنَّا كُنَّا فَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتُسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقُونَ

الہی ہم اپنے نبی ﷺ کے وسیلے سے بارش مانگتے تھے تو بارش بھیجتا تھا۔ اور اب ان کے چچا کے وسیلے سے بارش مانگ رہے ہیں۔ بارش بھیجے۔ پس بارش آتی تھی۔

معلوم ہوا کہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے۔ زندوں کو وسیلہ پکڑنا جائز۔ دیکھو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ پکڑا۔ حضور ﷺ کا وسیلہ چھوڑ دیا۔

یہ ان دیوبندیوں و ہابیوں کا اعتراض ہے جو زندہ بزرگوں کے وسیلہ کے قائل ہیں وفات یافتہ کے وسیلہ کے منکر ہیں۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ اگر وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے تو چاہیے کہ حضور کی وفات کے بعد کلمہ شریف میں سے حضور کا اسم شریف علیحدہ کر دیا جاتا۔ صرف لا الہ الا اللہ رکھا جاتا اور التحیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام بند کر دیا جاتا، درود شریف ختم کر دیا جاتا۔ کیونکہ یہ سب حضور پر نور ﷺ سے وسیلے ہی تو ہیں۔ حالانکہ یہ سارے کام باقی رہ گئے۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ مصطفیٰ ﷺ بعد وفات بھی ویسے ہی ہے۔ ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اقدس ﷺ کے بال شریف اور لباس شریف

دھو کر بیماروں کو پلاتے اور صحت ہوتی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بارش کیلئے روضہ پاک کی چھت کھلوادی۔ قبر شریف کھول دی اور بارش آئی۔ قرآن پاک فرما رہا ہے کہ حضور سے پہلے والی امتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم شریف کے وسیلہ سے دعائیں مانگتے تھے۔ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا (۸۹: بقرہ ۲) قرآن کریم فرما رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے نعلین شریف، ٹوپی شریف کے طفیل فتح حاصل کی جاتی تھی۔ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ (۲۴۸: بقرہ ۲)

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے بعد مسلمانوں کی امداد فرمائی۔ کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں۔ بتاؤ یہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ ہے کہ نہیں۔ نیز جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے ان کے اسم مبارک کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی تھیں تو کیا اب ان کے اسم شریف کی تاثیر بدل گئی۔ ہرگز نہیں۔

دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان یہ بتا رہا ہے کہ حضور انور ﷺ کے صدقہ سے ان کے اولیاء کا بھی وسیلہ جائز ہے۔ یعنی وسیلہ نبی سے خاص نہیں۔ حضرت عباس نبی نہ تھے ولی تھے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ جس کو نبی ﷺ سے نسبت ہو جائے۔ اس کا بھی وسیلہ جائز ہے۔ کیونکہ وہ فرماتے تھے۔

وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا

یعنی ہم اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا کے وسیلہ سے بارش مانگتے ہیں۔

اسی حدیث کی شرح میں امام قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

أَيُّ بَوَسِيلَةِ الرَّحْمِ الَّتِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے اس لیے دعا کی کہ ان کو نبی ﷺ سے قربت تھی۔

شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث سے وسیلہ اولیاء ثابت کیا۔ چنانچہ

وہ شرح حصین میں آداب الدعاء وسیلہ اولیاء کے تحت فرماتے ہیں۔
 قصہ استقاء عمر ابن الخطاب بعباس ابن عبدالمطلب ازیں باب است
 یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش مانگنا اسی
 وسیلہ اولیاء سے ہے۔

اسی حصین کی شرح میں اسی مقام پر ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

وَهُوَ مِنَ الْمُنْدُوبَاتِ وَفِي صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ فِي الْإِسْتِسْقَا حَدِيثٍ
 عُمَرَ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ نَبِيَّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّا
 نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّكَ فَاسْقِنَا فَيُسْقُونَ وَ لِحَدِيثِ عُثْمَانَ ابْنِ
 حَنِيفٍ فِي شَأْنِ الْأَعْمَى

یعنی دعا میں انبیاء اولیاء کا وسیلہ پکڑنا مستحب ہے۔ بخاری کی اس روایت کی
 وجہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوسیلہ عباس رضی اللہ عنہ دعا کی اور
 حضرت عثمان ابن حنیف کی روایت کی وجہ سے نابینا کی دعا میں۔

ہاں اگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ فرماتے کہ مولا اب تک ہم تیرے نبی پاک ﷺ کے
 وسیلہ سے دعا کرتے تھے۔ اب ان کی وفات کے بعد ان کا وسیلہ چھوڑ دیا۔ اب حضرت
 عباس کے طفیل دعا کرتے ہیں۔ تب تمہاری دلیل درست ہوتی مگر نفی کا ذکر نہیں۔ لہذا دلیل
 غلط ہے۔ انبیاء اولیاء کا وسیلہ صحیح ہے۔

اعتراض ۱۱: حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے پاس زکوٰۃ
 نہ دینے والے اپنے سروں پر گائے، بھینس، بکریاں لادے ہوئے آئیں گے اور ہم سے
 شفاعت کی درخواست کریں گے۔ ہم یہ فرما کر ان کو ہٹا دیں گے کہ ہم نے تم تک احکام پہنچا
 دیئے تھے تم نے کیوں عمل نہ کیا۔ اب شفاعتی کیسی؟

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے مجرموں کا وسیلہ کوئی نہیں۔ جب
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ کام نہ آیا۔ تو دوسرے کا وسیلہ بدرجہ اولیٰ کام نہیں آسکتا۔

چنانچہ بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ باب اثم مانع الزکوٰۃ میں ہے:

وَلَا يَأْتِي أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِبَعِيرٍ يَحْمِلُهُ عَلَىٰ عُنُقِهِ لَهُ دُعَاءٌ
فَيَقُولُ يَا مُحَمَّدُ فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ

نوٹ ضروری: یہ واہیات اعتراض مولوی مودودی صاحب کا ہے جو زمانہ موجودہ کا مجدد، مجتہد اور نہ معلوم کیا کیا بنتے ہیں۔

جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ معاملہ ان لوگوں سے ہوگا جو زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر ہو گئے تھے جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے شروع زمانہ خلافت میں ہوا اور جن پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد فرمایا اور زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور کافروں کے لیے نہ وسیلہ ہے نہ شفاعت۔ لہذا اس کا تعلق مسلمانوں سے نہیں۔ دوسرا جواب یہ کہ اس حدیث میں شفاعت نہ کرنے کا ذکر ہے نہ کہ شفاعت نہ کر سکنے کا۔ یعنی نبی ﷺ شفیع مختار اور وسیلہ با اختیار ہیں۔ اگر چاہیں کریں نہ چاہیں نہ کریں۔ ان پر ناراضگی ظاہر فرمانے کے لیے یہ ایشاد ہوگا۔ اگر اس حدیث کا یہ مطلب نہ ہو تو اس حدیث شریف کے مخالف ہوگی۔

شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي

میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لیے ہوگی۔

نیز ان تمام آیات قرآنہ کے خلاف ہوگی جو پہلے باب میں مذکور ہوئیں۔

نوٹ ضروری: وسیلہ دو طرح کے ہیں ایک مجبور جیسے سورج روشنی کا وسیلہ ہے اور بارش رزق کا، قرآن کریم رب کی بخشش کا، ماہ رمضان عفو سیئات کا۔

دوسرا با اختیار جیسے انبیاء و اولیاء کی شفاعت اور دنیا میں حکیم، وکیل، حاکم، شفا و عدل کے وسیلے ہیں کہ کریں یا نہ کریں۔ اس حدیث شریف میں جو معترض نے پیش کی۔ حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے خداداد اختیار کا ذکر ہے۔

اعتراض ۱۲: بخاری شریف حدیث غار میں ہے کہ تین شخص جنگل میں جا رہے تھے کہ

بارش آگئی۔ پناہ پکڑنے کے لیے غار میں گھس گئے۔ ایک چٹان پتھر کی غار کے منہ پر گری۔ جس سے غار کا منہ بند ہو گیا تو ان لوگوں نے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کی۔ ایسی شدت کے موقع پر کسی پیر کا وسیلہ انہوں نے نہیں پکڑا بلکہ اپنے اعمال کا۔ معلوم ہوا کہ بندے کا وسیلہ پکڑنا جائز نہیں۔

جواب: اس حدیث شریف میں صرف یہ ہے کہ ان شخصوں نے اعمال کے وسیلہ سے دعا کی۔ یہ کہاں ہے کہ بزرگوں کا وسیلہ جائز نا جائز ہے دعویٰ کچھ اور ہے دلیل کچھ اور ہے۔ اعمال کا وسیلہ جائز ہے اور بزرگوں کا بھی۔ ایک جائز پر عمل کرنے سے دوسرا جائز کیسے حرام ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی آگ میں جاتے وقت حضرت جبرائیل کے عرض کرنے پر بھی اس آفت کے دور ہونے کی دعائے کی۔ نبی ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی مگر دفع کی دعائے کی تو کیا اس سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ دعا مانگنا ہی حرام ہے یہ اعتراض نہایت ہی لغو ہے۔

اعتراض ۱۳: شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نداریم غیر از تو فریاد رس

پتہ لگا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی فریاد نہیں سنتا۔ پھر وسیلہ کیسا اگر وسیلہ مانو تو غیر خدا کو فریاد رس ماننا پڑے گا۔

جواب: اس جگہ حقیقی فریاد رس مراد ہے۔ اس کی نفی ہے خدا کے حکم سے اس کے پیارے بندے فریاد رس ہیں۔ یہی شیخ سعدی علیہ الرحمۃ گلستان میں فرماتے ہیں۔

ہر کہ فریاد رس روز مصیبت خواہد گو در ایام سلامت بجوانمردی کوش
جو چاہتا ہے کہ مصیبت کے دن میرا کوئی فریاد رس بنے اس سے کہہ دو کہ آرام کے زمانے میں لوگوں سے اچھا سلوک کرے۔

ایک دوا کا نام شربت فریاد رس ہے۔ کہو یہ نام شرک ہے یا نہیں؟ تعجب ہے کہ شربت تو فریاد رس بن جاوے۔ مگر نبی ﷺ فریاد رس نہ ہوں۔

اعتراض ۱۴: بوستان میں ہے۔

بہ تہدید اگر برکشد تیغ حکم بمانند کرویاں صم و بکم
یعنی اگر رب تعالیٰ ڈرانے کے لیے حکم کی تلوار کھینچے تو جن فرشتے بھی گونگے اور بہرے رہ
جائیں گے۔

کہیے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ جیسے بزرگ فرشتوں جیسی معصوم جماعت کو بیکار فرما رہے ہیں
اوروں کے وسیلہ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

جواب: جناب! یہاں رب کے مقابلے میں یہ بات کہی گئی ہے یعنی اگر وہ غضب فرما
دے تو کوئی اس کے مقابل دم نہیں مار سکتا۔ یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ گفتگو تو اس بارے
میں ہے کہ رب تعالیٰ کی اجازت اور اس کی مرضی سے اس کے مقبول بندے مجرم بندوں کی
سفارش کر سکتے ہیں اور رب تعالیٰ ان کی طفیل گناہگاروں کے گناہ بخش دیتا ہے۔ یہ وسیلہ ہے
اس شعر کو وسیلہ کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ شیخ سعدی قدس سرہ کا یہ شعر نہ دیکھا۔

چہ باشد کہ مشے گدایان خیل بہمان دار سلامت طفیل
یا رسول اللہ! کیا اچھا ہو کہ ہم جیسے مٹھی بھر فقیر آپ کی طفیل جنت کے مہمان خانہ میں پہنچ
جاویں۔

نیز فرماتے ہیں۔

خدایا بحق بنی فاطمہ کہ برقول ایمان کنم خاتمہ
الہی! حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کی طفیل میرا خاتمہ ایمان پر ہو۔
یہ صاف بزرگوں کا وسیلہ ہے۔ نیز فرماتے ہیں:

شنیدم کہ در روز امید و بیم بدارا بہ نیکاں بخشد کریم
قیامت کو نیکوں کے وسیلہ سے خدائے کریم گناہگاروں کو بخش دے گا۔

اعتراض ۱۵: اگر اللہ کے مقبول بندے خداری کا وسیلہ بھی ہوں تب بھی خدا تعالیٰ کو پا
لینے کے بعد ان کو چھوڑ دینا چاہیے، جیسے ریل گاڑی میں اسی وقت تک بیٹھتے ہیں جب تک

منزل مقصود تک پہنچیں۔ مقصود پر پہنچ کر اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ مسلمان نے کلمہ پڑھ لیا رب کو پالیا۔ اب بزرگوں کی کیا ضرورت رہی۔

جواب: ویلے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک محض وسیلہ جیسے سفر کے لیے ریل گاڑی۔ دوسرا وہ وسیلہ جس سے مقصد وابستہ ہے۔ جیسے روشنی کے لیے چراغ، پہلی قسم کا وسیلہ مقصود پر پہنچ کر چھوڑ دیا جائے گا۔ لیکن دوسری قسم کا وسیلہ کبھی نہیں چھوٹ سکتا۔ ورنہ فوراً مقصود فوت ہو جائے گا۔ روشنی چراغ کے دم سے قائم ہے۔ اگر اسے گل کیا تو اندھیرا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے دوسری قسم کا وسیلہ ہیں۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے نبی ﷺ کو نور فرمایا۔ کہیں سراج منیر یعنی چمکتا ہوا سورج۔ مقصد یہ ہے کہ جیسے آفتاب کی ضرورت ہمیشہ ہے۔ ایسے ہی پیارے! دنیا کو تمہاری حاجت دانگی ہے۔ اس لیے قبر میں ان کے نام پر کامیابی اور حشر میں ان کے دم پر نجات رکھی ﷺ۔

اعتراض ۱۶: جب خدا تعالیٰ سب کا رب ہے اور اس کا نام رب الغلیمین ہے تو پھر کسی وسیلہ کی کیا ضرورت ہے۔ ہر شخص اس کے دروازے پر بلا واسطہ جاوے اور فیض لے۔ وسیلہ کا مسئلہ اس کے رب الغلیمین ہونے کے خلاف ہے۔

جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک راہی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ رازق العباد ہے اور شافی الامراض ہے پھر تم رزق تلاش کرنے کے لیے امیروں کے پاس اور شفا لینے کے لیے حکیموں کے پاس کیوں جاتے ہو۔ تمہارا ان لوگوں کے پاس جانا بھی خدا تعالیٰ کے رازق اور شافی ہونے کے خلاف ہے وہ احکم الحاکمین ہے پھر مقدمہ کچہری کے احکام کے پاس کیوں لے جاتے ہو؟ جناب! ویلے رب تعالیٰ کے دروازے ہیں۔ ان کے ہاتھوں سے جو کچھ ہوتا ہے وہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے اسی طرح اولیاء اللہ انبیائے کرام رب تعالیٰ کے مختار خدام ہیں۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ ان وسیلوں کی ضرورت رب تعالیٰ کو نہیں بلکہ ہم کو ہے جیسے روٹی کو توے کے ذریعے سے گرم کیا جاتا ہے۔ تو آگ گرم کرنے میں توے کی محتاج نہیں بلکہ روٹی

کو احتیاج ہے۔ رب تعالیٰ سب کا ہے مگر اس کی ربوبیت کے مظہر یہ چیزیں ہیں۔ سانپ اس کی قہاریت کا مظہر ہے اور دیگر آرام دہ چیزیں اس کی رحمت کی تجلی گاہ ہیں۔

اعتراض ۱۷: وسیلہ کے مسئلہ سے لوگ بد عمل ہو جائیں گے۔ جب انہیں خبر ہوگی کہ حضور ﷺ بخشوا لیں گے تو پھر عمل کرنے کی زحمت کیوں گوارا کریں؟

جواب: یہ اعتراض ایسا ہے جیسے آریہ کہتے ہیں کہ توبہ کے مسئلہ سے بد عملی اور زکوٰۃ کے مسئلہ سے بیکاری بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ جب مسلمانوں کو خبر ہے کہ توبہ سے گناہ بخشے جاتے ہیں تو پھر خوب گناہ کر کے توبہ کر لیا کریں گے اور جب غریبوں کو خبر ہو کہ مال داروں کی زکوٰۃ ہزاروں روپیہ سالانہ نکلتی ہے پھر کمائی کیوں کریں۔ جب ملے یوں تو محنت کریں کیوں؟ جو اس کا جواب ہے وہی اس کا اعتراض ہے۔

جناب! جیسے توبہ کی قبول کا یقین۔ مال داروں کی زکوٰۃ ملنے کا یقین ملے یا نہ ملے۔ ایسے ہی اگر بد عملی کی گئی تو یقین نہیں وسیلہ نصیب ہو یا نہ ہو۔ میں تو کہتا ہوں کہ وسیلہ کے انکار سے بد عملی بڑھے گی۔ کیونکہ جب گنہگار شفاعت سے مایوس ہوگا تو خوب گناہ کرے گا کہ دوزخ میں تو جانا ہی ہے۔ لاؤ دس گناہ اور کر لو۔ شیخ فرماتے ہیں۔

نہ بنی کہ چوں گر بہ عاجز شود بر آرد بہ چنگال چشم پلنگ
جب تک بلی کو جان بچنے کی امید رہتی ہے تب تک چیتے سے بھاگتی ہے۔ مگر جب پھنس کر جان سے مایوس ہو تو چیتے پر حملہ کر دیتی ہے۔ مایوسی دلیری پیدا کرتی ہے۔

اعتراض ۱۸: مشرکین عرب اس لیے مشرک ہوئے کہ وہ بتوں کو رب کا بندہ تو سمجھتے تھے مگر ان سے غائبانہ مدد مانگتے تھے۔ اور انہیں خداری کا وسیلہ جانتے تھے۔ وہ کسی بت کو خالق یا مالک نہیں مانتے تھے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (۲۵: لقمان ۳۱)

اور اگر آپ مشرکوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا۔ تو وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔

معلوم ہوا کہ وہ مشرک صرف اس لیے مشرک ہوئے کہ انہوں نے رب کے بندوں کو بندہ مان کر انہیں حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس مانا۔ اس طرح تم بھی نبیوں، ولیوں کو مانتے ہو۔ تم اور وہ برابر ہو۔

جواب: ایک ہے رب تعالیٰ کی قدرت اور ایک ہے رب کا قانون۔ قدرت تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ چاہے تو ہر چھوٹا بڑا کام بغیر کسی وسیلہ کے خود ہی کرے۔ قدرت کا اظہار اس آیت شریف میں ہے۔

أَمْرًا إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۸۲﴾ (یسین: ۳۶)

اس کی شان تو یہ ہے کہ کسی چیز کو چاہے تو کن فرما دے۔ تو وہ شے ہو جائے۔

اس قانون کا اظہار صدہا آیات میں ہے: مثلاً

قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي ذُكِّرَ بِكُمْ (۱۱: السجده ۳۲)

فرما دو تمہیں ملک الموت موت دے گا جو تم پر مقرر کر دیا گیا ہے۔

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (۲: جمعہ ۶۲)

نبی ﷺ انہیں پاک فرماتے اور کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔

وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْنِي إِنَّ رَحْمَتَكَ كَمَا تَرَ بَيْنِي وَبَيْنَ صَغِيرَتِي ﴿۲۳﴾ (بنی اسرائیل ۱۷)

کہو کہ یا اللہ! جیسے میرے ماں باپ نے صغیرتی میں مجھے پرورش فرمایا تو بھی

ان پر رحم فرما۔

دیکھو موت دینا، پاک کرنا، پالنا رب تعالیٰ کا کام ہے۔ مگر بندوں کے ذریعہ سے ہوا۔

مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ ایک خدا اتنے بڑے جہان کا انتظام نہیں فرما سکتا۔ لہذا اس نے

اپنے بعض بندے اپنی مدد کے لیے عالم سنبھالنے کے لیے مقرر کیے ہیں۔ یعنی انہوں نے

اپنے بندوں کو رب تعالیٰ کے برابر کر دیا۔ لہذا وہ مشرک ہوئے۔ اسی لیے قیامت میں وہ

بتوں سے کہیں گے۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۰۰﴾ اِذْ نَسُوْا يٰكُم بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

(۹۷، ۹۸: شعراء، ۲۶)

خدا کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے۔ کہ ہم تمہیں خدا کے برابر سمجھتے تھے۔
معلوم ہوا کہ وہ بتوں کو بندہ مان کر رب تعالیٰ کو ان کا حاجت مند مانتے تھے۔ قرآن کریم اسی
وسیلہ کی تردید فرماتا ہے۔

لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَّلَمْ يَكُنْ لَهُ وَّلِيٌّ مِّنَ
الدُّنْيَا وَّكَبْرُهُ تُكْبِرُا ۝ (۱۱۱: بنی اسرائیل، ۱۷)

یعنی رب تعالیٰ نے نہ اپنا بچہ بنایا نہ اس کا ملک میں کوئی شریک ہے نہ کمزوری
کی وجہ سے اس کا کوئی ولی ہے۔

یعنی اس نے جو اولیاء مقرر فرمائے وہ اپنی شان ظاہر کرنے کے لیے بنائے نہ کہ کمزوری و
عاجزی کی وجہ سے۔ پتہ لگا کہ مشرک خدائے تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ رب
تعالیٰ کے بعض بندے اس لیے اس کے ولی ہیں کہ خدا اتنے بڑے کام پر خود قادر نہیں۔
کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں۔ مشرکین اولیاء کو ایسا مانتے تھے۔ جیسے کونسل کا ممبر اور مسلمان
اولیاء کو ایسا مانتے ہیں جیسے بارگاہ عالیہ کے خدام اور کارندے۔ لہذا وہ مشرک تھے اور یہ
مومن رہے۔ غرضیکہ جو رب تعالیٰ کی قدرت کا منکر ہو وہ مشرک ہے اور جو قدرت مان کر
رب کے قانون کا منکر ہے وہ وہابی ہے۔

نوٹ ضروری: ہم اپنی زندگی میں غور کریں تو معلوم ہوگا دنیا کی کوئی نعمت ہمیں بغیر
وسیلہ نہیں ملی۔ پیدائش و پرورش ماں باپ کے وسیلہ سے، علم و ہنر استاد کے وسیلہ سے، تندرستی
حکیم کے وسیلہ سے، موت ملک الموت کے وسیلہ سے، غسل غسل کے وسیلہ سے، کفن درزی
کے وسیلہ سے، دفن گورکن کے وسیلہ سے، پھر آخرت کی نعمتیں تو دنیاوی نعمتوں سے کہیں زیادہ
ہیں اور بغیر وسیلہ کیسے مل سکتی ہیں۔ کلمہ، قرآن، روزہ، نماز، رب کی پہچان غرضیکہ یہ ساری
نعمتیں حضور ﷺ کے وسیلہ سے ملیں۔ پھر وسیلہ کا انکار نہ کرے گا مگر جاہل۔

نوٹ: ساری عبادات کا فائدہ صرف انسانوں کو ہوتا ہے۔ مگر وسیلہ کا فائدہ انسان، جن، فرشتہ، جانور بلکہ درخت، زمین، زمان سب کو ہوتا ہے۔ مکہ معظمہ حضور ﷺ کے وسیلہ سے افضل ہوا۔ کوہ طور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے اعلیٰ ہوا۔ آب زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طفیل سے متبرک ہو گیا۔ ایوب علیہ السلام کو شفا دینے کے لیے فرمایا گیا۔

أُرْغُصْ بِرُجْلِكَ ۚ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَابِ إِدْوِ شَرَابٍ ۝ (۳۲: ص ۳۸)

اپنا پاؤں زمین پر رگڑو اس سے جو پانی کا چشمہ پیدا ہوا ہے پو اور اس سے غسل کرو۔

چنانچہ اس سے آپ کو شفا ہوئی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کا دھوون ان کے پاؤں کے وسیلہ سے شفا بن جاتا ہے۔ غرضیکہ بزرگوں کا وسیلہ ہر چیز کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

اعتراض ۱۹: موجودہ وہابی یہ بھی کہتے ہیں کہ انسان خواہ کتنا ہی بزرگ ہو۔ مرنے کے بعد اس جہان سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ یہاں کی اسے بالکل خبر نہیں رہتی۔ دیکھو اصحاب کہف تین سو سال تک سو کر جب جاگے۔ تو انہوں نے سمجھا ہم دن بھر سوئے۔ حضرت عزیر علیہ السلام سو برس تک وفات یافتہ رہ کر جب زندہ کیے گئے تو رب نے پوچھا کَم لَبِثْتَ تم یہاں کتنے دن ٹھہرے؟ تو عرض کیا۔ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ میں دن یا اسے بھی کم ٹھہرا۔ فرمایا گیا بَلْ لَبِثْتَ مِائَةً عَامٍ (۲۵۹: بقرہ ۲) تم یہاں سو برس رہے۔ اگر ان کی توجہ اس جہان پر ہوتی۔ تو اس مدت کے اندازہ میں کیوں غلطی کرتے۔ جب ایسے بزرگوں کو یہاں سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔ تو دیگر اولیاء اللہ کا ذکر ہی کیا ہے۔ جب یہ لوگ یہاں سے ایسے بے تعلق ہیں تو ان کی قبروں پر جا کر ان کے وسیلہ سے دعا کرنا یا ان سے حاجت مانگنا بالکل ہی عبث ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے وفات کے بعد اس دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں کی خبر رکھتے ہیں۔ معراج شریف کی رات سارے پیغمبروں نے حضور ﷺ کے پیچھے بیت المقدس میں نماز پڑھی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر بہت سے پیغمبروں نے شرکت

کی۔ جس کی خبر نبی ﷺ نے دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معراج شریف کی رات پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں۔ اگر وہ حضرات اس عالم میں پہنچ کر ادھر سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ تو انہیں حضور ﷺ کی معراج اور حجۃ الوداع کی خبر کیسے ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز کم کرانے کی کیا ضرورت پڑی؟ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَسَأَلْنَا مَنْ أُرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ ثَمُودَ إِذْ كَانُوا فِي وَادٍ مِثْرًا
يُعْبَدُونَ ﴿٣٥﴾ (زخرف: ۳۵)

اے نبی (ﷺ) اپنے سے پہلے پیغمبروں کو پوچھو کیا ہم نے خدا کے سوا اور معبود بنائے ہیں؟

اگر وہ پیغمبر اس دنیا سے بے خبر ہو گئے تو پھر پوچھنا کیسا؟

مردہ قبرستان میں آنے والے کے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ اصحاب کہف اور حضرت عزیر علیہ السلام کے معجزے اور کرامت کا دکھانا منظور تھا۔ اس لیے رب تعالیٰ نے انہیں خصوصیت سے اس دنیا سے بے توجہ کر دیا۔ اگر اصحاب کہف کو اپنے سونے کی مدت کا پتہ ہوتا تو بازار میں نہ آتے اور کرامت لوگوں پر ظاہر نہ ہوتی جیسے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا دل جاگتا رہتا ہے صرف آنکھ سوتی ہے۔ مگر تعریس کی رات رب نے حضور ﷺ کے دل کو اپنی طرف متوجہ فرمایا اور نماز فجر قضا ہو گئی تاکہ امت کو نماز قضا پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

اگر نبی ولی وفات کے بعد اس طرف سے بالکل بے تعلق ہو جاتے ہیں تو ہمارے درود و سلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کیسے پہنچتے ہیں۔ نیز مردوں کو ثواب کیسے پہنچتا ہے۔ ایسے شخص کو سلام کرنا منع ہے جو جواب نہ دے سکے۔ جیسے سونے والا، استنجا والا، نماز اور اذان کی حالت۔ اگر نبی کریم ﷺ سنتے ہی نہیں اور جواب نہیں دے سکتے تو ان کو سلام کرنا منع ہونا چاہیے تھا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام پر حقیقتاً سو سال گزرے ہوں لیکن جتنا ایک دن جیسے قیامت کا دن ہزاروں سال کا ہوگا۔ مگر مومن کے لیے ایک نماز کے برابر ہوگا۔ وہاں دونوں کا اثر موجود تھا کہ گدھے پر سو سال گزر گئے تھے اور شربت پر ایک دن۔ لہذا عزیر علیہ السلام کا ایک دن فرمانا بھی ٹھیک تھا۔ وہ جتنے کے لحاظ سے تھا اور رب تعالیٰ کا اسے سو سال فرمانا بھی ٹھیک تھا کہ وہ حقیقت پر مبنی تھا۔

اعتراض ۲۰: نبی ﷺ نے بہت کوشش کی کہ ابوطالب ایمان لے آویں۔ مگر نہ لائے تو آپ کیا کر سکتے ہیں۔ بلکہ آیت اتری اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ (۵۶: قصص ۲۸) جس سے تم محبت کرو اسے ہدایت نہیں دے سکتے۔ جب اپنے پیاروں کا وسیلہ نہیں بن سکتے تو دوسروں کا کیا پوچھنا۔

جواب: اس آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ جس سے آپ محبت کریں اسے ہدایت نہیں دے سکتے۔ کیونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ ہر بشر سے محبت فرماتے سب ہی پر کرم کرتے ہیں۔ کافر ہو یا مومن، مخلص ہو یا منافق مگر ہدایت اسے ملے گی جو آپ سے محبت کرے اور آپ سے جو محبت کرے گا۔ وہ آپ کی بات مانے گا۔ ابوطالب نے آپ سے محبت نہ کی اور آپ کی بات نہ مانی، کلمہ نہ پڑھا لہذا ہدایت نہ پاسکے۔ اس میں خود ان کا اپنا قصور ہے۔ اگر آفتاب سے روشنی حاصل نہ کر سکے تو اس کا نصیب آفتاب روشنی دینے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ پھر بھی ابوطالب کو حضور ﷺ کی خدمت کا یہ فائدہ پہنچ گیا کہ وہ دوزخ میں نہ رکھے گئے۔ بلکہ آگ کے جھیرے میں ہیں۔ جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے۔

اعتراض ۲۱: نبی ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی مدد نہ کی تو اوروں کی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ پھر وسیلہ کیسا؟

جواب: حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگی ہی نہیں تاکہ صبر میں فرق نہ آئے۔ جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے وقت رب سے مدد نہ مانگی۔ نیز حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ استقامت

کہ اتنی شدید اور سخت مصیبتوں میں ثابت قدم رہے۔ حضور ﷺ کی مدد سے ہوئی۔
اعتراض ۲۲: قرآن شریف سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی زندگی میں بھی دنیا سے بے خبر رہتے ہیں۔ دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہد ہد کو گم پا کر لوگوں سے پوچھا کہ ہد ہد کو میں نہیں دیکھتا۔ اگر واقف تھے تو پوچھا کیوں؟ نیز ہد ہد نے آکر کہا میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہوں جو آپ نے نہیں دیکھی یعنی بلقیس اور اس کا تخت۔ دیکھو ہد ہد کی خبر سے پہلے آپ کو نہ بلقیس کا پتہ لگانا شہر سب کا۔ جب وہ کسی کی خبر ہی نہیں رکھتے تو وسیلہ کیسے بن سکتے ہیں۔

جواب: اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر نہ تھی۔ ہد ہد نے آپ کی بے خبری کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ عرض کیا، فَقَالَ اَحَطْتُ بِهَا لَمْ تُحِطْ بِهَا (نمل: ۲۲) میں اس چیز کا احاطہ کر کے اور دیکھ کر آیا ہوں جس کو آپ نے جا کر نہ دیکھا اور واقعی آپ اس وقت تک وہاں بائیں جسم تشریف نہ لے گئے تھے۔ خبر تو آپ کو تھی مگر اظہار نہ تھا۔ تاکہ پتہ لگے کہ پیغمبر کی صحبت میں رہنے والے جانور بھی ہزاروں کے لیے امان کا وسیلہ بن جاتے ہیں۔ دیکھو ہد ہد ہی کے ذریعہ سے سارے یمن والوں اور بلقیس وغیرہ کو ایمان نصیب ہوا اور بھی ہزار ہا اس میں حکمتیں تھیں حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ بن کر بھی اپنے والد ماجد کو خبر نہ بھیجی۔ اس لیے نہیں کہ آپ ان سے بے خبر تھے۔ بلکہ وقت کا انتظار تھا۔ اور آپ کی انتہائی عظمت کا ظہور ہونے والا تھا کہ قحط سالی میں تمام عالم کا رزق آپ کے ہاں پہنچا اور سب لوگ روزی میں آپ کے حاجت مند کیے گئے۔

اچھا بتاؤ کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے آصف کو بلقیس کا تخت لانے کا حکم فرمایا تو انہوں نے نہ تو کسی سے ملک یمن کا پتہ پوچھا اور نہ بلقیس کا گھر دریافت کیا نہ تخت کی جگہ تلاش کی۔ بلکہ پلک جھپکنے سے پہلے تخت لا کر حاضر کر دیا۔ انہیں بھی بلقیس کے سارے مقامات خبر تھی یا نہیں تھی اور ضرور تھی تو جن کی صحبت میں رہ کر یہ کمال حاصل کیا تھا۔ وہ بے خبر ہوں یہ ناممکن ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے قَالَ الَّذِي عِنْدَنَا عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ (۴۰: نمل)

(۲۷) جس کے پاس کتاب کا علم تھا انہوں نے کہا کہ اَنَا اَتَيْتُكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يُرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرَفُكَ (۴۰: نمل ۲۷) میں تخت بلقیس آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔ بتاؤ وہ کتاب آصف نے کس سے پڑھی تھی۔ خود حضرت سلیمان علیہ السلام سے تعجب ہے کہ شاگرد کو خبر ہو اور استاد کو نہ ہو۔ رب تعالیٰ سمجھ دے۔ غرضیکہ آپ کو علم تھا۔ مگر وقت سے پہلے اظہار نہ تھا۔ طلب وسیلہ برائے حصول مرادات از خدائے تعالیٰ چیزے دگر است۔

اعتراض ۲۳: رب تعالیٰ فرماتا ہے فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ (۲۸۳: بقرہ ۲) رب تعالیٰ جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے عذاب دے گا جن نبیوں اور ولیوں کو تم مغفرت کا وسیلہ سمجھتے ہو خود ان کی مغفرت یقینی نہیں۔ نہ معلوم ان کی بخشش ہو یا نہ ہو۔ اگر وہ تمہارے وسیلے ہیں تو بتاؤ، کہ اگر خدا تعالیٰ انہیں پکڑے تو ان کا وسیلہ کون بنے گا۔ مَن يَشَاءُ میں مَن عام ہے۔ نبی ولی سب کو شامل ہے۔ (بعض بے ادب دیوبندی)

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک عالمانہ دوسرا صوفیانہ۔ عالمانہ جواب یہ ہے کہ بندے تین طرح کے ہیں ایک وہ جن کے جہنمی ہونے کی خبر دی گئی جیسے ابولہب اور اس کی بیوی جمیلہ۔ جن کے بارے میں فرمایا گیا: سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ﴿۳﴾ وَامْرَأَتُهُ (۳: لہب ۱۱) یہ اور اس کی بیوی عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے۔ دوسرے وہ جن کے جنتی ہونے کی خبر دی گئی۔ فرمایا گیا: رَاضِيَ بِاللَّهِ عَنْهُمْ وَرَاضُوا عَنْهُ (۱۱۹: مائدہ ۵) اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے یا فرمایا: كَلَّا وَعَدَّ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ (۹۵: نساء ۴) اللہ تعالیٰ نے ان سب سے جنت کا وعدہ کر لیا۔ تیسرے وہ جن کے متعلق کوئی خبر نہ دی گئی۔ جیسے ہم لوگ۔ پہلی جماعت کا دوزخی ہونا اور دوسری جماعت کا جنتی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک ہونا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا سچا ہونا ایسی ہی اس کی صفت ہے جیسے اس کا ایک ہونا۔ تمہاری پیش کردہ آیات میں تیسری جماعت مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلائی نہیں کرتا۔

صوفیانہ جواب یہ ہے کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ رب تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے نیک

اعمال کی توفیق دے کر جنتی بناتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے گمراہ کر کے جہنمی بناتا ہے۔ یعنی لوگوں کے جنتی اور جہنمی ہونے کا ارادہ ہو چکا۔ قیامت میں صرف اس کا ظہور ہوگا۔ ہر ایک کے متعلق قلم چل چکا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ جس نیک کار کو چاہے جہنمی کر دے اور جس کافر کو چاہے جنتی بنا دے۔ بلکہ جس کو جہنمی چاہ چکا وہ جہنمی ہو چکا اور جس کو وہ جنتی ہونا چاہ چکا وہ جنتی ہو چکا۔ اب اس کا برعکس ہونا اس آیت کے خلاف ہوگا۔

اعتراض ۲۴: قرآن کریم فرما رہا ہے کہ کفار نے نبی ﷺ سے مطالبہ کیا کہ لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا ⑩ (۹۰: بنی اسرائیل ۱۷) یعنی ہم اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ زمین سے چشمے جاری نہ کر دیں یا آپ کے پاس کھجور، انگور کا باغ نہ ہو۔ جس کے بیج میں نہریں ہوں اُلخ۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا: قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مَّرْسُولًا ⑪ (۹۳: بنی اسرائیل ۱۷) کہ سبحان اللہ میں تو صرف رسول بشر ہوں۔ مجھ میں یہ طاقت نہیں۔ اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ نبی میں کوئی طاقت اور زور نہیں بندہ مجبور ہیں ورنہ انہیں یہ معجزے دکھا کر مسلمان کر لیا جاتا۔ دوسرے یہ کہ پانی کے چشمے لگانا۔ باغ اگانا یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے نبی ولی کا نہیں۔ اسی طرح بیٹی بیٹا بخشنا، عزت ذلت دینا، مرادیں پوری کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ کسی کو ان چیزوں کا وسیلہ ماننا بھی اس آیت کے خلاف ہے۔

جواب: نبی میں اس ہے کہیں زیادہ طاقت ہے۔ یہ کہو کہ ان کے مطالبہ پر اپنی طاقت دکھائی نہیں۔ کیونکہ وہ ایمان لانے کی نیت سے یہ مطالبہ نہ کرتے تھے بلکہ نبی کا زور آزمانے کے لیے کرتے تھے اور جس قوم نے نبی کا زور آزما یا وہ مٹا دی گئی۔ فرعون، نمرود، قوم عاد و ثمود ان سب نے نبی کا زور دیکھنا چاہا زور دکھایا گیا مگر وہ ایمان نہ لائے ہلاک ہو گئے حضور ﷺ کا ان کے یہ مطالبے پورے نہ فرمانا رحمت کی بنا پر ہے۔ ورنہ وہ تو زمین سے چشمے نکالنے کا مطالبہ کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے انگلیوں سے چشمے بہا دیئے۔ وہ تو کھجور و انگور کے باغ کا مطالبہ کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایا۔ ڈوبے ہوئے

سورج کو لوٹایا، کھاری کنوئیں کو میٹھا بنایا، لکڑیوں، کنکریوں سے اپنا کلمہ پڑھوایا۔ فقیروں کو بادشاہ بنا دیا۔ جس کو چاہا غنی کر دیا۔
ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

بوریا ممنون خواب راحتش تاج کسریٰ زیرِ پائے امتش
غرضیکہ ہونا اور چیز ہے اور دکھانا کچھ اور۔ اور اس آیت میں طاقت نہ دکھانے کا ذکر ہے ان سرکش کافروں کو تا کہ ہلاک نہ ہو جائیں۔

خاتمہ

حقیقت یہ ہے کہ وہابیوں دیوبندیوں کو خدا نے گمراہ کر دیا۔ ان کی شامت آگئی ہے۔ اس لیے تمام وسیلوں سے منہ موڑ رہے ہیں جسے خدا ہدایت دیتا ہے وہ ولی اور مرشد کے دامن میں رہتا ہے اور جسے رب گمراہ کرتا ہے اس کا نہ ولی نہ مرشد۔ رب فرماتا ہے: **وَمَنْ يُضِلُّ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا** ﴿۱۷﴾ (کہف: ۱۸) جسے رب گمراہ کر دے اس کے لیے نہ تو تم کوئی ولی پاؤ گے نہ مرشد۔ یہ بے پیرے بے نورے درگاہ الہی سے نکالے ہوئے ہیں۔ یہ ساری باتیں اسی سبب سے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر نئے مذہب سے بچیں اسی راستے پر رہیں جو اب تک اللہ کے نیک بندوں کا ہے بے سمجھے بوجھے قرآن کا ترجمہ گمراہی کا راستہ ہے رب فرماتا ہے **يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا** **وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا** (۲۶: بقرہ ۲) رب تعالیٰ اس قرآن سے بہت لوگوں کو ہدایت دیتا ہے اور بہت کو گمراہ کر دیتا ہے ہدایت ملنے کا ذریعہ صرف یہی ہے کہ اچھوں کے ساتھ رہو۔ رب فرماتا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ** ﴿۱۱۹﴾ (توبہ: ۹) اے مسلمانو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ ہمیں سورۃ فاتحہ میں یہ دعا مانگنے کی ہدایت فرمائی۔ **إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ** **صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ**۔ اے مولیٰ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے (یعنی قائم رکھ) ان بندوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا۔ یعنی نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صلحاء کے راستے پر

قائم رکھ۔ آج ہر چکڑالوی، ہر قادیانی، ہر دیوبندی وہابی، ہر بے دین قرآن کریم بغل میں دبائے پھر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ قرآن کی رو سے میں سچا ہوں۔ جیسے کہ یزیدیوں نے بے سوچے سمجھے نفسانی خواہش سے قرآن پڑھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر یہ آیت چسپاں کی فَتَاتِلُوا الَّتِي تَبِغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ (۹: حجرات ۴۹) یعنی جو بادشاہ اسلام سے باغی ہو جائے اس سے جنگ کرو یہاں تک کہ رجوع کرے۔ انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تو باغی اور یزید پلید کو بادشاہ اسلام بنایا۔ غرضیکہ بے سمجھے قرآن کے ترجموں نے بہت لوگوں کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ دنیا سے ایمان سلامت لے جاؤ تو اسی راستہ پر چلو جو اولیائے کرام اور علمائے عظام کا راستہ ہے اور اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔

آج سوائے مذہب اہل سنت کے کسی فرقہ میں اولیاء موجود نہیں معلوم ہوا کہ یہی جماعت حق پر ہے۔ جب تک دین موسوی منسوخ نہ ہوا تھا بنی اسرائیل میں ہزار ہا ولی ہوئے جب وہ منسوخ ہو گیا اب ان میں کوئی ولی نہیں۔ حضرت مریم، اصحاب کہف، آصف بن برخیا جن کے قصے قرآن شریف میں مذکور ہیں۔ سب بنی اسرائیل کے ولی تھے۔ جرتج اسرائیلی کی ولایت کا یہ حال تھا کہ اس نے چار سال کے بچہ سے اپنی پاک دامنی کی گواہی لے لی مگر بتاؤ جب سے یہ دین منسوخ ہوا اب کوئی یہودی عیسائی ولی ہوا۔ جب ان میں ایمان ہی نہیں۔ تو ولایت کہاں سے آوے اسی طرح آج سوائے مذہب اہل سنت کے کسی فرقہ میں ولی نہیں۔ کوئی دیوبندی ولی نہیں، کوئی قادیانی چکڑالوی غیر مقلد ولی نہیں۔ ادھر دیکھو حضور غوث پاک سرکار بغداد ہم میں، حضور خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہم میں، حضور خواجہ بہاؤ الدین نقشبند ہم میں، حضور شیخ شہاب الدین سہروردی ہم میں گزرے ہیں۔ اب بھی مذہب اہل سنت میں ہزار ہا اولیاء جلوہ گر ہیں۔ حضرت خواجہ مہر علی شاہ صاحب گوڑوی، اعلیٰ حضرت بریلوی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری، حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسوی اور تمام گدی والے حضرات ہماری ہی جماعت میں ہیں۔ یہ تمام حضرات یکے کے

متقی وسیلہ کے قائل، نیاز، عرس، فاتحہ، میلاد شریف، گیارہویں شریف پر عامل رہے۔ ان اولیاء کرام کا ہم میں ہونا مذہب اہل سنت کی حقانیت کی کھلی دلیل ہے۔ آج تمام فرقوں کو میں چیلنج کرتا ہوں کہ اپنے مذہبوں میں اولیاء دکھائیں۔ ولی کی پہچان قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ کہ خلقت انہیں ولی مانے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَهْمُ الْبَشَرِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْآخِرَةِ (۶۳: یونس ۱۰) ان کے لیے دنیا و آخرت میں خوشخبری ہے دنیا کی خوشخبری عام لوگوں کا ان کی طرف جھکنا اور آخرت کی خوشخبری ملائکہ کا انہیں مبارکباد دینا۔ قرآن کریم فرماتا ہے: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ اللَّهُ رِزْقًا وَسِعًا (۹۶: مریم ۱۹) یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے اللہ تعالیٰ ان کی محبت سب کے دلوں میں ڈال دے گا۔ جن بزرگوں کے نام ہم نے گنائے ہیں ان کو عام خلقت ولی مانتی ہے۔ چونکہ دیوبندیوں میں کوئی نہیں۔ اس لیے وہ اولیاء اللہ کو گالیاں دینے لگے۔ جیسے قادیانیوں کے سچ موعود مرزا میں کوئی کرامت یا معجزہ نہیں تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرنے لگے۔ بہر حال مسلمان اس فقیر کے اس قاعدہ کو یاد رکھیں کہ وہی راستہ اختیار کریں جو اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آج کل کی زہریلی ہواؤں سے ان کا ایمان محفوظ رہے گا۔ گلدستہ کی گھاس پھولوں کے وسیلہ سے بادشاہوں کے ہاتھ میں پہنچ جاتی ہے۔ بادام کے چھلکے مغز کے ساتھ تلتے ہیں مگر علیحدہ ہو کر پھینک دیئے جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کتابوں سے علم و حکمت ملتا ہے لیکن دین کسی کی نظر سے نصیب ہوتا ہے۔

دیں مجو اندر کتب اے بے خبر علم و حکمت از کتب دیں از نظر

کیما پیدا کن از مشے گلے بوسہ زن بر آستانے کالمے

دین صرف کتابوں سے نہ ڈھونڈو۔ کتابوں سے صرف علم ملتا ہے اور دین کامل کی نگاہ کرم سے۔ اپنے جسم کو کیما بنا لو اس طرح کہ کسی کامل کے آستانہ پر ادب سے بوسہ دو۔

اگر قرآن شریف کا ترجمہ پڑھ لینے سے دین مل جایا کرتا تو ابو جہل، ابولہب اور ابلیس اول درجہ کے مومن ہوتے کیونکہ یہ ترجمہ جانتے تھے صرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیض

حاصل نہ کیا مارے گئے۔

آؤ ہم مثنوی شریف کا ایک قصہ سنا کر رسالہ کو ختم کریں تاکہ وسیلہ اولیاء کا رسالہ ولی کامل کے ذکر پر ختم ہو۔

حکایت

مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں کہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ المعزیز کے زمانہ میں بسطام شریف میں ایک رنڈی آگئی۔ جس کے حسن و جمال اور خوش آوازی پر خلقت عاشق ہوگئی۔ مسجدیں، خانقاہیں خالی ہو گئیں اور رنڈی کے گھر تماشاخیوں کا ہر وقت میلہ لگا رہتا۔ کسی شخص نے حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت آپ کے زمانہ اور آپ کے شہر میں مایا فسق و فجور۔ حضور نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس شخص نے سارا ماجرا عرض کر دیا۔ فرمایا ہمیں اس رنڈی کا مکان بتاؤ آپ مصلیٰ اور لوٹا لے کر اس کے گھر پہنچ گئے۔ تمام تماشاخی آپ کو دیکھ کر غائب ہو گئے آپ نے اس رنڈی کے دروازے پر مصلیٰ بچھا دیا اور نوافل شروع کر دیئے جو ادھر آتا آپ کو دیکھ کر لوٹ جاتا۔ یہاں تک کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا اور کسی کے آنے کا خطرہ نہ رہا۔ تو آپ نے اس رنڈی سے پوچھا تیری روزانہ کی آمدنی کتنی ہے اس نے بتائی۔ آپ نے اتنی نقدی مصلیٰ کے نیچے سے نکال کر اس کے حوالے کر دی۔

فقیروں کی جھولی میں ہوتا ہے سب کچھ

مگر چاہیے ان سے لیتے کا ڈھب کچھ

بہت۔ چانچ لیتے ہیں دیتے ہیں تب کچھ

پھر آپ نے اسے فرمایا کہ اب تیری یہ رات ہم نے خرید لی ہے کیونکہ تیری اجرت دے دی اس نے عرض کی ہاں بے شک۔ پھر حضور نے فرمایا۔ اچھا اب ہم جو کہیں تو وہ کر۔ بولی بہت اچھا۔ آپ نے فرمایا وضو کر کے دو رکعت نفل کی نیت کر۔ غرضیکہ اسے نماز میں کھڑا کر دیا۔ جب تک اس نے قیام کیا وہ رنڈی تھی، رکوع میں گئی تو رنڈی تھی، قومہ کیا تو رنڈی تھی مگر جب

سجدہ میں گئی ادھر تو اس کا سر سجدہ میں جھکا اور ادھر سلطان العارفين کے ہاتھ دعا کے لیے اٹھے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ آپ نے بارگاہ خدا میں عرض کیا۔

آنچه کارم بود آخر کردمش کز زنا سوئے نماز آوردمش

اے مولیٰ تو قوی میں ضعیف۔ تورب میں بندہ، مجھ عاجز، کمزور اور ضعیف بندے کا تو اتنا ہی کام تھا کہ فاسقہ کو زنا سے ہٹا کر تیرے دروازے پر جھکا دیا، اگلا کام تیرا ہے کہ تو اس جھکے ہوئے سر کو قبول کرے یا رد کر دے۔ پھر عرض کیا کہ اگر تو نے اس سر کو رد کر دیا تو میری بدنامی ہو جائے گی کہ لوگ کہیں گے کہ سلطان العارفين تیرے دروازے سے کیا دے گئے۔

بردرد آوردہ ام من اے خدا قلبہا قلب طفیل مصطفیٰ

یہ نہ دیکھ کر آنے والا کون ہے۔ مولیٰ! یہ دیکھ کہ لانے والا کون ہے۔ اگرچہ آنے والی ایک فاسقہ ہے۔ لیکن لانے والا میں گنہگار ہوں۔ اس لیے ہرے گنبد والے کالی زلفوں والے محبوب ﷺ کے صدقہ اس کے دل کا رخ بدل دے۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ وہ فاسقہ ولیہ بن گئی۔ پھر بعد میں اس کے دوست احباب جب اسے بلاتے تو وہ اندر سے کہلا بھیجتی۔ کہ اب میں نے ان آنکھوں سے سلطان العارفين کو دیکھ لیا جو سلطان العارفين کو دیکھ لے وہ کسی کو نہ دیکھے۔

سورج کی شعاعیں کسی آتشی شیشہ کے ذریعے کسی کپڑے پر ڈالی جائیں تو وہ کپڑا جل جاتا ہے اگر یہ آتشی شیشہ درمیان میں نہ ہو تو جلن پیدا نہیں ہوتی۔ مدینہ کے سورج ﷺ کی نورانی شعاعیں بغداد والے یا جمیر والے شیشہ کے ذریعے دل پر ڈالو۔ تاکہ تپش اور درد پیدا ہو۔ یہ درد دل وہ چیز ہے جس کے سبب انسان فرشتوں سے افضل ہوا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ

احقر العباد

احمد یار خاں

سرپرست مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات

دنیا کے اہلسنت
کیلئے



تخریج و حوالہ جات
تصحیح نو اور دیدہ زیب

ڈیزائن سے
مزین ہو کر

جامعہ الاحیاء

اشاعت ہو چکی ہے

حاصل کرنے کے لئے آج ہی رابطہ کریں

نعمی کتب خانہ
۵۔ الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ
۴۰ اردو بازار لاہور 042-7248927





ناشر

نعیمی کتب خانہ

ہد۔ الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ ۴۰ اردو بازار لاہور